یون ہی غفلت کے لحافون مین پڑے سوتے ہین
وہ نہین جاگتے سو بار جگایا ہم نے۔

ایقاظ النائمین و تنبیہ الغافلین

نمبر اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

شرائط مسلمہ فریقین

امابعد حکیم ابو تراب عبدالحق صاحب اور مولوی سید محمد احسن صاحب یہ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ کی وفات یا حیات زمانہ ماضی میں حدیث صحیح سے ثابت ہوجاوے تو ہم وفات یا حیات حضرت عیسیٰ ابن مریم کو تسلیم کرلینگے۔ اور اگر حدیث ضعاف یا حسان سے معارضہ ثابت ہو تو بمقابلہ صحیح حدیث کے حسان وضعاف کو ترک کردینگے کما ہو مسلم فی اصول الحدیث اور نیز اقوال مفسرین کو بمقابلہ احادیث صحیح کے ہرگز پیش نہیں کرینگے۔ اگر صحیح حدیثوں میں تعارض واقع ہو تو صحیح بخاری کی حدیث کو مقدم رکھینگے۔

العبد — گواہ شد — گواہ شد

ابو تراب محمد عبدالحق المؤلف طبیب۔ محمد احسن۔ مجھکو یہ شرائط جو موافق اصول حدیث ہیں مسلم ہیں — فیض قادر ملو تری — غلام قادر پٹواری

اما بعد چونکہ بار ثبوت ذمہ مدعی ہوا کرتا ہے لہذا حکیم صاحب پر ضروری تہا کہ حضرت عیسیٰ کی حیات کے ثبوت کیلئے کوئی حدیث صحیح بخاری وغیرہ کی پیش کرتے کیونکہ وہ مدعی حیات ہیں اور اگر کوئی یہ شبہ پیش کرے کہ ہم بھی تو مدعی وفات ہو تو یہ شبہ بالکل خلاف اصول مناظرہ کے ہے۔ مدعی وہی ہوتا ہے جو خلاف ظاہر کوئی دعویٰ کرے۔ کیونکہ دو ہزار برس تک کسی شخص کا زندہ آسمان پر بجسدہ العنصری چڑہ کر بقید حیات رہنا ایک ایسا امر ہے خلاف عادت وخلاف عقل ہے۔ اور نیز پہر آسمان پر سے بجسدہ العنصری اُترنا بہی محض خلاف عادت وخلاف عقل ہے اور اسی خلاف ظاہر دعویٰ کے سبب بار ثبوت ایسے مدعی پر ضروری تہا۔ نہ ہم پر جو وفات کے قائل ہیں۔ کیونکہ

۱ یہ عبارت جو میں نے لکہی تہی حکیم صاحب نے اسکو کٹوا دیا نہیں معلوم کہ ایسے حک کرانے میں انکی کیا غرض تہی۔

حاکم کسی شخص کو بھی حضرت عیسٰے کے زمانہ کا بقید حیات ہم زندہ نہیں دیکھتے جو ہم مدعی قرار دے
یم صاحب حدیث ذیل پیش کیجاتی ہے حدیث بست و نہم مندرجہ مسک العارف صـ
میں بصفحہ ۶۶۵ و ۶۹۳ و ۷۴۲ و ۹۹۶ وغیرہ زیر تفسیر آئت وکنت علیہم شہیداً مادمت فیہم فلما
توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علے کل شئ شہید کے یہ حدیث لکھی گئی ہے فا
کما قال العبد الصالح وکنت علیہم شہیدا الآیہ **ف** یہ حدیث قابل غور ہے اولاً تو آنحضرت
علیہ وسلم نے اس حدیث کو بڑے اہتمام سے بیان فرمایا ہے کہ اول میں خطبہ پڑھا ہے پھر قیامت کے
محشر کو یاد دلایا ہے۔ اور پھر وہاں کے احوال پر اہوال سے ڈرایا ہے اور پھر بلفظ اَلاَ جو حرف تنبیہ کا ہے
کو دو مرتبہ تاکیداً متنبہ فرمایا ہے اور پھر جو لوگ عند اللہ اصحاب الشمال تھے اُن کو اپنے اصحاب ہونے کے
جناب باری میں فریاد کی جس کا جواب ملا کہ یہ لوگ تیرے اصحاب سو نہیں ہیں بلکہ یہ اہل بدعت ہیں کہ تیری تعلی
طرح طرح سے انہوں نے تحریف کی ہے اور نئی باتیں نکالی ہیں بعد ان سب امور کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت عیسٰے کی وفات کو اسی طرحپر بیان فرمایا جس طرح اپنی موت کو جناب باری میں عرض کیا۔

ایہا الناظرین بڑی عبرت کا مقام ہے کہ باوجود ان جملہ امور کے پھر بھی توفی عیسٰے ابن مریم کو بمعنے رفع جسمانی
قرار دیتے ہیں لیکن بموجب اس حدیث کے ایسی تحریف کرنا شفاعت رسول مقبولؐ اور شرب آب کوثر سے محروم رہنا ہے
اور اصحاب الشمال میں داخل ہونا۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت عیسٰے کی توفی ز... ل قرآن مجید
سے لیکر قیامت تک بیان فرمائی جس کو قبول کرنا ہو قبول کرے۔ پس یہ کس قدر بیباکی اور جرات ہے۔ نعوذ باللہ منہا
اللھم لا تجعلنا من الذین احدثوا بعد رسولک وحرفوا ایات کتابک ولا تحرمنا من شفاعتہ
رسولک وشرب ماء الکوثر لطف یہ ہے کہ اسی حدیث کے راوی بھی حضرت عبداللہ بن عباس ہی
ہیں اور معنے متوفیک کے ممیتک بھی انہی سے ماثور ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس کا
مذہب یہی تھا کہ حضرت عیسٰے وفات پاچکے۔ دیکھو ہمارے رسائل میں تفصیل اسکی۔ انتہے۔

جواب حکیم ابوتراب محمد عبدالحق المعروف طبیب

مولوی صاحب کا اس حدیث سے استدلال ممات مسیحؑ پر درست نہیں کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ صلعم
نے لفظ توفیتنی فرمایا۔ پس اب ہمکو لفظ توفیتنی کے معنے دیکھنے چاہئے کہ کیا ہے اور کیا یہ لفظ مشترک ہے یا خاص ہے
لغت کی کتابوں پر نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ لفظ مشترک ہے اور اسکا قاعدہ ہے کہ جس جگہ قرینہ ہو وہاں
ایسا ہی معنے مراد لئے جاتے ہیں مثلاً عین اگر قرینہ موت کا ہوگا تو موت مراد ہوگی ورنہ دوسرے معنے مراد ہونگے
یقال التوفی اخذ الشئ وافیاً۔ تو جو معنے حضرت عیسٰے کی وفات کے متعلق ہے وہی یہاں بھی ہے یعنے مطلق الا
اور مطلق اپنے افراد متعددہ میں پایا جاتا ہے جیسا کہ قاعدہ علم منطق کا ہے اور حضرت عیسٰے کی توفی میں وفات
سنہ میں انپر نگران رہا جب تک انمیں زندہ تہا۔ پس جبکہ تو نے مجھ کو وفات دی تو تو ہی ان کا نگہبان تہا اور تو ہر ایک شے پر
نگہبان ہے ۵۲ پس کہونگا میں جیسا کہ نیک بندے یعنے حضرت عیسٰے نے کہا وکنت علیہم الخ انتہے۔

...جاتا ہے ... حضرت رسول اللہ صلعم کی توفی میں بہی وفات پائی جاتی ہے۔ پس اسیواسطے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں وہی کلمہ کہونگا جو عبد صالح نے میرے پہلے کہا ہے یعنے روز قیامت کو کہینگے۔ پس یہ
آپکا فرمانا حکائت سے زمانہ استقبال کی جیساکہ قرآن شریف میں آیا ہے اقتربت الساعۃ ایساہی آپ کا یہ
فرمانا ہے ورنہ دراصل یوں کہنا چاہئے تہا۔ فاقول کما یقول العبد الصالح ۔ یادرہے کہ ماضی بمعنے مضارع
اور ... بی مستعمل ہے ۔ خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ یہ حکم قیامت کے دن ہوگا اور حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے خداوند کریم سوال کرینگے اسپر آپکا جواب ہوگا جو مذکور
ہیں اسکے بعد آنحضرت صلعم سے سوال ہوگا۔ اسیواسطے کلمہ ماضی کا استعمال کیا گیا نہ یہ کہ مکالمہ دنیا میں
... ہے۔ پس جو بحث لفظ توفیتنی میں ہے وہی آنحضرت صلعم کے توفیتنی فرمانے میں ہے تو اس سے استدلال
... صحیح نہ ہوا۔ استدلال صحیح تب ہوگا جب آپ کسی ایسی صحیح حدیث میں دکہلادیں جسمیں یوں لکہا ہوا ہو کہ مسیح
علیہ السلام دنیا میں فوت ہوگئے اب نازل نہ ہونگے حدیث مذکورہ بالا میں یہ بات کہاں ہے اور کس لفظ کا یہ
ترجمہ ہے کہ حضرت عیسےٰ فوت ہوگئے ۔ حالانکہ امام بخاری جنکی کتاب معتبر مولوی صاحب کے نزدیک
بہی مسلم ہے وہ ایسی کتاب میں صراحتاً لکہہ چکا ہے ۔ باب نزول عیسےٰ اور آپ جانتے ہیں کہ نزول کے معنے
حقیقی اوپر سے نیچے اُترنے کے ہیں ۔ اگر امام بخاری کے نزدیک ایسی حدیث سے ممات مسیحؑ کی ثابت ہوتی
تو اس کے برخلاف باب کیوں لکہتا۔ اور لینزلن فیکم ابن مریم حکماً وغیرہ سے باب کی تائید کیوں کرتا۔
سبحان اللہ کیا یہ استدلال ہے یا آپکا مغالطہ دہ عوام کالانعام استدلال ہے اگر یہ حدیث آپکے نزدیک صحیح ہے تو
تو کیوں ہے اس لئے کہ امام بخاری ثقہ جیسا شخص اسکو اپنی کتاب میں لایا ہے تو معلوم ہو کہ یہ مفہوم اُسکا
نہیں ہے جو آپ کے ذہن میں آیا ہے بالفرض اگر یہی اسکا مفہوم ہے توبموجب قاعدہ المفہوم لا یقابل المنطوق
کے بہی یہ استدلال آپکا باطل ہے ۔ جب دوسری صحیح حدیث جس سے امام بخاری نزول ثابت کرتا ہے وہ اِسکو
مقابل ہے اور اس سے واضح اور مشرح ہے جس سے آپکی حیات ثابت ہوتی ہے تو پہر کیوں کہینچ تان کرکے
اس مفہوم کو منطوق کے مقابل قرار دیا جاتا ہے ۔ اور حضرت ابن عباس کا قول بمقابلہ صحیح حدیث کے حجت
نہیں ہوسکتا ۔ دوم یہ کہ وہاں بہی لفظ ممیتک اسم فاعل کا صیغہ ہے جو زمانہ ماضی سے معرا ہے۔ فلا یتم التقریب

حکیم ابوتراب محمد عبد الحق از امرتسر بازار صابونیاں
ولد مولوی عبد العزیز دینانگر ۔ مورخہ ۱۴۔ نومبر سنہ ۱۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد حکیم ابوتراب محمد عبد الحق صاحب امرتسری نے جو جواب حدیث صحیح بخاری مندرجہ رسالہ
مسلک العارف صفحہ ۲۳ حدیث نمبری ۲۹ کا آجکی تاریخ تحریر فرمایا ہے اس جواب سے مجکو مولوی صاحب کے
علم حدیث اور علم تفسیر میں بڑی مہارت ثابت ہوئی ہے ۔ جس کو میں ناظرین پر مختصر طور پر واضح کرتا ہوں ۔ اور

اور جو اغلاط انہوں نے اُردو میں لفظی کی ہیں اُن سے قطع نظر کرتا ہوں تاکہ نزاع لفظی نہ ہو جاوے

قولہٗ - پس اب ہمکو لفظ توفیتنی کے معنے دیکھنے چاہئے کہ کیا ہے الخ -

اقول - حکیم صاحب نے لفظ توفی کو مشترک قرار دیا ہے اور اسکی سند میں التوفی اخذ الشئی وافیا نقل
مجکو بڑی حیرت ہے کہ اخذ الشئی وافیا سے فلما توفیتنی کو کیا مناسبت ہے - یہاں تو گفتگو یہ
محاورہ توفیہ اللہ توفی مسند ہو اللہ تعالے کیطرف اور انسان اسکا مفعول واقع ہوا ہو وہاں
معنے قبض روح کے اور کوئی معنے نہیں لئے جاتے تمام قرآن مجید میں جس جگہ لفظ توفی اس
وارد ہوا ہے وہاں پر سوائے قبض روح کے اور کوئی معنے باتفاق فریقین نہیں لئے گئے - و...
کو ضروری تہا اور اب بہی ضرور ہے کہ کوئی ایک ہی نظیر اپنے معنے کی کسی آئت قرآن مجید ...
کرتے یا پیش کریں - تمام احادیث میں جہاں مثل محاورہ توفیہ اللہ کے کوئی عبارت آئی ہے ا...
سوائے معنے قبض روح کے اور کوئی معنے مراد نہیں لئے گئے - ورنہ حکیم صاحب کوئی ایک حدیث
صحیح ہی پیش کریں جسمیں محاورہ توفیہ اللہ کے معنے سوائے قبض روح کے مراد لئے گئے ہوں - حدیث ...
اگر نہ ملے تو کوئی حدیث ضعیف ہی پیش کریں - اگر کوئی حدیث ضعیف بہی نہ ملے تو اقوال صحابہ ہی میں سے
کوئی محاورہ مثل توفیہ اللہ کے ایک ہی قول پیش کریں - تمام کتب لغات عرب میں توفیہ اللہ کے مع...
قبض اللہ روحہ لکہے ہیں - صحاح جوہری - قاموس - تاج العروس - لسان العرب - صراح
اللغات - مختار الصحاح - منتہے الارب وغیرہ وغیرہ میں قبض روح کے ہی معنے لکہے ہیں - کا...
اگر حکیم صاحب کوئی کتاب لغت عرب کی ایسی پیش کریں کہ جسمیں محاورہ توفیہ اللہ کے معنے اخذہ اللہ
وافیاً لکہے ہوں تو اسپر ہمارا اور حکیم صاحب کا فیصلہ ہے - باوجودیکہ ابہی تک حیات مسیحؑ کا ثبوت حکیم
صاحب نے اس جواب میں کچہہ بہی پیش نہیں کیا - لیکن اگر کسی ایک کتاب لغت عرب سے ہی معنے
توفیہ اللہ کے اخذہ اللہ وافیاً دکہلادیں تو بہی ہم حیات مسیحؑ کو تسلیم کرلینگے - اور علاوہ بریں حکیم صاحب
توفی کے معنے یہاں پر جو اخذ الشئے وافیاً لیتے ہیں کیا معنے موت کے لینے میں قبض تام نہیں ہوتا -
ہاں البتہ نوم کے معنے جو توفی کے آئے ہیں اُسمیں قبض ناقص ہوتا ہے اور موت میں قبض تام ...
ہے خود قرآن مجید سے یہ تفصیل پائی جاتی ہے - کما قال اللہ تعالے اللہ یتوفی الانفس حین
موتہا - والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضے علیہا الموت ویرسل الاخرے
اس آئت میں جو توفی کے معنے موت کے آئے اسکے واسطے فرمایا گیا فیمسک التی قضے علیہا الموت
اور یہی قبض تام ہے اور بقیہ نظم آئت میں جو توفی کے معنے انامت کے آئے ہیں اُسکی نسبت فرمایا گیا
ویرسل الاخرے اور یہی قبض ناقص ہے - نہ تو موت کے معنوں میں جسم آسمان پر اٹہایا جاتا ہے
اور نہ انامت کے معنوں میں - صرف باعتبار امساک اور ارسال کے قبض تام کہا جاتا ہے یا قبض ناقص
دونوں صورتوں میں اخذ جسم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا - ورنہ حکیم صاحب کتاب اللہ یا احادیث یا اقوال
صحابہ یا کتب لغات عرب ہی ثابت کریں کہ کسی قبض روح میں روح کے ساتہہ جسم بہی قبض کیا گیا ہو اور اسکا ...

...نی جا ...اللہ فرمایا گیا ہو۔ لیکن اسی آئت کو پیش نہ کردیں کہ یہ تو مصادرہ علے المطلوب ہو جائیگا
...علیہ وسلم ...لہ ۔ تو جو معنے حضرت عیسٰےؑ کی وفات کے متعلق ہے اسلیئے یہاں بھی یعنے مطلق الاخذ اور مطلق اپنے افراد
... متعددہ میں پایا جاتا ہے الے قولہ فاقول کما یقول العبد الصالح

...ل ۔ افسوس ہے حکیم صاحب کی اس منطق دانی اور تفسیر دانی اور مہارت حدیث پر میں تو جانتا تھا کہ
...یم صاحب چونکہ صحیح مسلم اور معالم التنزیل اور مشکواۃ شریف اور صحیح بخاری اپنی بغل میں دبالائے
...کچھ نہ کچھ تو ان کو ان علوم سے مس ہوگا۔ مگر اس تحریر سے خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم کا قضیہ صادق
...۔ میں اس بارہ میں یہ عرض نہیں کرتا کہ آئت متنازعہ فیہا میں حرف اذ فعل ماضی کو بمعنے ماضی
... مخصوص کر دیتا ہے اور خود لفظ قال ہی اللہ تعالے کے قول میں صیغہ ماضی ہی ہے۔ اور رسول اللہ
...نے قول میں محض بصیغہ ماضی ہی مذکور ہے۔ اس سب سے قطع نظر کرتا ہوں اور یہ استفسار کرتا ہوں
کہ آیت ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ الے آخرہا کا مضمون
یعنے فساد عقائد توحید عیسائیان ابتک واقع ہوا ہے یا نہیں ہوا۔ اگر واقع ہوا ہے تو حضرت عیسٰےؑ کی وفات
لفظ فلما توفیتنی سے ثابت ہوگئی۔ کیونکہ حضرت عیسٰےؑ تو یہی جواب دیتے ہیں کنت علیہم شہیداً
مادمت فیہم یعنے جب تک میں انمیں زندہ رہا تب تک میں انکا نگران حال رہا جیسے اُن کو بگڑنے
نہیں دیا۔ اگر حضرت عیسٰےؑ ابھی تک زندہ ہوں خواہ آسمان ہی پر ہوں تو لازم آویگا کہ عیسائی ابھی تک
آپ کے نزدیک نہیں بگڑے۔ کیونکہ آگے فرماتے ہیں کہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم
یعنے تونے جب میرا قبض روح کیا تب تو ان کا نگہبان ہوا۔ میرا اسمیں کوئی قصور نہیں۔ اور یہ جواب
حضرت عیسٰےؑ کا بجناب باری ایسا مقبول ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلعم نے بھی اپنی طرف سے وہی جواب
...پنے عرض کرنا تجویز فرمایا۔ اور جن الفاظ سے حضرت عیسٰےؑ نے یہ جواب عرض کیا تھا انہی الفاظ سے بلا تفاوت
...سی لفظ کے ارشاد کیا۔ فاقول کما قال العبد الصالح الآیہ بڑا تعجب ہے کہ وہی لفظ توفی جب حضرت
خاتم النبیین صلعم اپنے لیئے ارشاد فرماویں تب تو اُسکے معنے یہ لیئے جاویں کہ حضرت صلعم پر موت وارد ہو کر
زمین میں دفن کیئے گئے اور جب وہی لفظ توفی کا حضرت عیسٰےؑ کی نسبت مستعمل ہو تو اُسکے یہ معنے لیئے جاویں
کہ دوسرے یا چوتھے آسمان پر حضرت عیسٰےؑ چڑہائے گئے۔ اور پھر معاذاللہ خود حضرت صلعم یوں فرماویں کہ فاقول
کما قال العبد الصالح الآیہ تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ ۔ اور حکیم صاحب جو قاعدہ علم منطق کا حوالہ دیتے
...ہیں کہ مطلق اپنے افراد متعددہ میں پایا جاتا ہے وہ اسقدر بھی نہیں سمجھتے کہ توفی کی افراد کون کون سی پہلے ہم
...لائل ثابت کر آئے ہیں کہ اسپر یہ قاعدہ علم منطق کا جاری کیا جائے۔ اخذ الشئ وافیا جو لکھا ہے۔ اسکے
...لیئے تو کوئی شاہد یا نظیر خواہ کتاب اللہ سے ہو یا احادیث یا محاورات صحابہ یا کتاب لغات سے پیش نہیں کیا
کہ جس سے ثابت ہوتا ہو کہ توفیہ اللہ کے معنے اخذہ اللہ وافیا یعنے اخذہ اللہ مع الجسم لئے ہیں اور اگر ہم تسلیم بھی
کرلیں کہ اخذہ اللہ وافیاً آپکا قول توفی کے معنوں میں بلا دلیل صحیح ہے تو یہ فرمائیے کہ آنحضرت صلعم کی توفی میں کونسا
...امر آپکو مانع ہے کہ وہاں بھی یہی معنے لئے جاویں بلکہ عقیدہ حیات النبی جو اہلسنۃ والجماعت رکھتے ہیں وہ اس کا موید ہے

بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ جتنے انبیا ہیں اُن سب کا رفع الی اللہ ہو جاتا ہے اور قیاس کرنا فلما توفیتنی کا آیت اقتربت الساعۃ پر قیاس مع الفارق اور بالکل غلط ہے ۔ کیونکہ اقتربت بمعنے ماضی ہی کے ہے ۔ قیامت تو زمانہ ماضی ہی میں بوقت نزول آیت نزدیک ہو گئی ہے یہ نہیں کہ آئندہ کو ہوگی آپ کو کیا وہ حدیث یاد نہیں جو فرمایا انا والساعۃ کہاتین ۔ پس اقتربت الساعۃ کے معنے استقبال کے لینا بالکل غلط ہیں اقتربت الساعۃ تو زمانہ ماضی ہی میں ہو گیا اگر کوئی اور نظیر پیش کیجاتی تو اسمیں کلام کیا جاتا اور پھر باوجود ایسے اغلاط کے افصح الفصحا وابلغ البلغا کے کلام میں آپکا یہ جرات کرنا کہ آنحضرتؐ کو دراصل یوں کہنا چاہیئے تھا فاقول کما یقول العبد الصالح کس قدر گستاخی ہے ۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند ۔ واقعہ زمانہ استقبال کو بصیغہ ماضی تعبیر کرنا اور پھر اسکو حکائت زمانہ استقبال کی گردانا یہ آپ ہی کے فہم عالی کا نتیجہ ہے اور جبکہ جواب حضرت عیسٰےؑ کو آپ پہلے جواب حضرت صلعم سے مان چکے ہیں تو پھر اس صورت میں آپ کے اصلاح کرنے کی کلام افصح الفصحا میں کونسی ضرورت باقی رہی ۔

قولہٗ ۔ یاد رہے کہ ماضی بمعنے مضارع محاورہ عربی میں مستعمل ہے ۔

اقول ۔ کیا ایسا ہی مستعمل ہے جیسا کہ اقتربت الساعۃ میں ۔ آپکی خوش فہمی معلوم ہو چکی اور پھر ما نحن فیہ میں آپ اسکا کیا جواب دے سکتے ہیں کہ قوم نصاریٰ زمانہ مادمت فیہم تک فاسد العقیدہ نہیں ہوئے کیونکہ یہ جواب حضرت عیسٰےؑ کا جناب باری میں مقبول ہو چکا ہے ۔ اگر زمانہ مادمت فیہم میں قوم نصاریٰ فاسد العقیدہ ہو گئی ہوتی تو پھر یہ جواب ناقص بجناب باری کیونکر مقبول ہو سکتا تھا ۔ اور اگر آپ کہیں کہ فلما توفیتنی کے معنے رفعتنی کے ہیں کہ بعد رفع الی السماء حضرت عیسٰےؑ کے قوم نصاریٰ فاسد العقیدہ ہو گئے تو پھر میری بھی تو گذارش ہے کہ آپ توفی کے معنے قرآن مجید کی کسی آیت یا کسی حدیث یا کسی قول صحابہ سے یا کتاب لغت سے رفعتنی یا اخذتنی وافیاً ثابت کریں وَدُونَہٗ خرط القتاد مگر یاد رہے کہ محاورہ وہی ہو جو فیہ اللہ اے قبض اللہ روحہ کا پہلے متعین البحث ہو چکا ہے ۔

قولہٗ ۔ خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ کلمہ قیامت کے دن ہوگا اور حضرت رسول اللہ صلعم سے پہلے حضرت عیسٰےؑ سے خداوند کریم سوال کرینگے الی قولہ ۔ نہ کہ یہ مکالمہ دنیا میں ہو چکا ۔

اقول ۔ سلمنا ہمنے یہ سب آپکی خاطر سے تسلیم کر لیا کہ یہ سب سوال و جواب قیامت کو ہوگا ۔ مگر آپ یہاں پر کئی بلاؤں میں پھنسے ہوئے ہیں اول یہ کہ اگر حضرت عیسٰےؑ کی توفی واقعہ نہیں ہوئی تو عیسائی فاسد العقائد بھی نہیں ہوئے کما مرّ وہذا خلف ثانیاً اگر توفی واقعہ ہوئی ہے اور بمعنے موت کے ہے تو علیٰ رغم انفکم فہو المطلوب اور اگر معنے توفیتنی کے اخذتنی وافیاً یا رفعتنی آپ کریں تو اسکے لئے کوئی شاہد اور کوئی نظیر نہ قرآن مجید سے نہ احادیث سے نہ محاورات صحابہ کرام سے نہ کسی کتاب لغت سے آپ کے پاس ہے

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃٌ

وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

قولہٗ ۔ پس جو بحث لفظ توفیتنی میں ہے وہی آنحضرتؐ کے توفیتنی فرمانے میں ہے تو اس سے استدلال

صحیح نہ ہوا۔ الے قولہ۔ اور کس لفظ کا یہ ترجمہ ہے کہ حضرت عیسےٰ ع فوت ہو گئے۔

اقول: العجب وما ادراک ما العجب باوجود اسکے کہ حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ جو بحث لفظ توفیتنی مقولہ حضرت عیسےٰ ع میں ہے وہی آنحضرت صلعم کے مقولہ توفیتنی فرمانے میں ہے۔ یہ قول مستلزم ہے اس امر کو کہ یا تو آنحضرت صلعم کی توفی مثل توفی مزعوم حضرت عیسےٰ ع کے مانی جاوے۔ یا حضرت عیسےٰ ع کی توفی مثل توفی آنحضرت صلعم کے تسلیم کیجاوے۔ لیکن شق اول تو فریقین کو مسلم نہیں فثبت الشق الثانی باقرارکم والمرء یوخذ باقرارہ۔ فاین المفر۔ اور آپکی خوش فہمی پر تعجب پر تعجب یہ ہے کہ باوجود اس اقرار مذکور کے آپ پہر یہ کہتے ہیں کہ کوئی ایسی حدیث دکھلاؤ جس میں لکھا ہو کہ مسیح دنیا میں فوت ہو گئے ہمنے تو ایسی حدیث صحیح بخاری کی جو متعدد جگہ اسمیں لائی گئی تہی اور نیز اُس حدیث میں قرآن مجید کی ایک آیت بہی موجود ہے جس میں حضرت عیسےٰ ع کے اقرار کو بلفظ توفیتنی جو صیغہ ماضی کا ہے اللہ تعالےٰ نے اپنی کلام پاک میں نقل فرمایا ہے۔ اور ایسے حسن اسلوب سے کلام الٰہی میں اس اقرار کا مذکور ہوا ہے کہ جس سے بیّن طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نصاریٰ بعد توفی حضرت عیسےٰ ع کے فاسد العقائد ہوئے ہیں نہ قبل توفی کے کیونکہ اگر حضرت عیسےٰ کی حیات مزعوم فرض کیجاوے تو نصاریٰ کا فاسد العقیدہ ہونا ابہی تک ثابت نہو گا وہو خلاف مسلمات الفریقین۔ اور میں پہر آپ پر افسوس کرتا ہوں کہ آپ کہتے ہیں یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے کہ حضرت عیسےٰ ع فوت ہو گئے ہیں۔ حضرت عیسےٰ ع تو خود قرآن مجید میں اقرار کرتے ہیں۔ جبکہ تو نے مجہے وفات دیدی تو تو ہی میری امت کا محافظ اور رقیب تہا مجھکو ان کے فاسد العقیدہ ہونے کی کچہا خبر ہے۔ وہ تو بعد میری وفات کے فاسد العقیدہ ہوئے ہیں۔ ورنہ حضرت عیسےٰ ع کے جواب میں یہ بہی ہونا چاہئے تہا کہ یا اللہ بعد دوبارہ آنیکے پہر مینے سب اور جملہ اہل کتاب کو صحیح العقیدہ اپنے مرنے سے پہلے کر دیا تہا کیونکہ تیرے کلام پاک میں (بموجب خیال مخالفین) خود موجود ہے وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ یہ تو کلام الٰہی اور آنحضرت صلعم اپنی حدیث اصح الصحاح میں ایسے اقرار توفی کو حضرت عیسےٰ ع کی نقل فرماتے ہیں اور وہی توفی بموجب آپکے اقرار کے بہی اپنے اوپر وارد فرماتے ہیں اب اس سے زیادہ تر واضح اور محکم حدیث صحیح بخاری کی کیا ہو سکتی ہے کہ جسمیں قرآن مجید کی آیت بہی موجود ہو اور آنحضرت صلعم بہی اپنی توفی کو حضرت عیسےٰ ع کی توفی کی مانند قرار دیویں اور صیغہ بہی ماضی ہی کا موجود ہو لیکن آپ پہر بہی اس کو نہ سمجہیں فاعتبروا یا اولی الابصار۔

قولہ: حالانکہ امام بخاری جس کی کتاب معتبر مولوی صاحب کے نزدیک بہی مسلم ہے وہ ایسی کتاب میں صراحتاً لکہہ چکا ہے الے قولہ۔ تو معلوم ہوا کہ یہ مفہوم اُسکا نہیں ہے جو آپ کے ذہن میں آیا ہے۔

اقول۔ افسوس صد افسوس کہ یہ نام طلباء اور علماء اتنا بہی نہیں جانتے کہ محاورہ زبان عرب میں نزول سے مراد کسی مقام اور منزل میں ٹہیرنا ہوتا ہے دیکہو بخاری وغیرہ کتب احادیث کو جس میں باب نزول النبی صلعم الجمعہ منعقد کیا ہے تو کیا حکیم صاحب کے نزدیک آنحضرت صلعم جمعہ میں آسمان سے اترے تہے میں نہیں جانتا کہ ہمارے مخالفین کو آنحضرت صلعم سے کیا عداوت ہے کہ جب لفظ نزول کا یا توفی کا آنحضرت صلعم

کیواسطے کسی آئت میں یا کسی حدیث میں بولا جاتا ہے تو وہاں ایک حقیر معنے متعلق ارض کے مراد لیتے ہیں۔ اور جب وہی الفاظ حضرت عیسٰی کے لئے ثقلین میں وارد ہوں تو وہاں پر نہائت عالی درجہ کے معنے متعلق آسمان کے خلاف تمام محاورات قرآنمجید اور احادیث اور مضاد تمام محاورات صحابہ اور تمام کتب لغات عرب کے سمجھتے ہیں۔ باوجودیکہ آنحضرت صلعم بلفظ کما قال العبد الصالح اپنے اقول کو ارشاد فرماتے ہیں۔ نزول کے معنے عرب میں کسی مقام پر ٹہیرنے اور اترنے کے مسافرانہ طور پر اسقدر شائع اور ذائع ہوئے ہیں کہ میں اُن محاورات کو اس مختصر تحریر میں کب نقل کر سکتا ہوں حکیم صاحب اگر دیکھنا چاہیں تو میرے رسائل کا مطالعہ کریں ورنہ زبان اردو ہی کی طرف توجہ فرماویں جو آپ کی مادری زبان ہے کہ لفظ منزل کا جو اُسی نزول سے مشتق ہے ایسی جگہہ کو بولتے ہیں جس جگہ لوگ ٹہیرا کرتے ہیں۔ نہ ایسی جگہہ کو جہاں لوگ آسمان سے اترا کریں اے حکیم صاحب کوئی منزل مجھے ایسی تبلا دیجئے کہ وہاں لوگ بجسد ہم العنصری آسمان سے اترتے ہوں۔ اگر ہم ایسے مقام کو معہ اُترنے والوں کے دیکھہ لینگے تو ہم آپ سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم حضرت عیسٰےؑ کا اترنا بحیثیت کذائیہ تسلیم کر لینگے۔ مگر خدا کیواسطے کہیں ایسا نہ کیجئے کہ کسی عیسائی کا آسمان سے اُترنا بذریعہ بیلون یا غبارے کے پیش کریں۔ کیونکہ حضرت عیسٰےؑ کا اترنا آپکے خیال کے بموجب بھی بذریعہ بیلون یا غبارے کے نہیں ہے۔ آپ تو مدعی علم کے ہیں میں تو دیکھتا ہوں کہ ہر ایک شخص خواندہ ہو یا ناخواندہ ہی باہمی گفتگو میں کہا کرتے ہیں کہ ہم فلانے مقام پر اُترے ہوئے ہیں یا فلان مقام سے فلان مقام تک اسقدر منزلیں ہیں خرج من مکہ ونزل یثرب وغیرہ ہی ذرا غور فرمایا جاوے اور یہ مسئلہ آسمان سے اُترنے کا دراصل اہل کتاب کا مصنوع اور مخترع تھا جس کو قرآن مجید اور تعلیم اسلام نے متعدد مقام پر رد فرمایا ہے۔ دیکھو یسئلک اھل الکتاب ان تنزل علیھم کتابا من السماء اس سوال پر زجر فرمایا گیا اور ارشاد کیا گیا فقد سئلوا موسے اکبر من ذالک الآیہ وغیرہ وغیرہ دیکھو اب مغالطہ دہ عوام کالانعام آپ صاحب ہیں یا ہم اہل حق۔ اے حضرت نزول مسیحؑ کے تو ہم بھی قائل ہیں اگر قائل نہ ہوتے تو مجدد اس صدی کو مسیح موعود کیوں مانتے جو بسبب ادلہ قاہرہ اور براہین باہرہ کے یہ مجدد بالضرور مسیح موعود ہے۔

اب فرمائیے کہ صحیح بخاری کا آپکے نزدیک ایک مفہوم جو ہمارے نزدیک دراصل منطوق ہے دوسرے منطوق کے مخالف ہے یا غیر مخالف اور قاعدہ منطقیہ المفہوم لا یقابل المنطوق ہمارے واسطے دلیل ہے یا آپکے واسطے۔ بینوا توجروا۔

قولہ یہ استدلال آپکا باطل ہے۔ الے آخر الکلام

اقول = یہ کمال خوش فہمی آپکی ہے کہ جس حدیث میں وفات حضرت عیسٰےؑ کی بصیغہ ماضی فلما توفیتنی بطور منطوق کے مذکور ہوئی تھی اسکو تو آپ نے مفہوم قرار دیا اور لفظ نزول سے حیات کو منطوق سمجھا کجا نزول اور کجا حیات ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔ یہ وہی مثل ہوئی ؎ چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا

آپ تو طبابت کرتے ہیں اور حکیم کہلاتے ہیں شائد اپنے مریضوں زیر علاج کے لئے کوئی نسخہ ایسا ہی لکھتے ہونگے جیسا کسی ظریف نے کہا ہے سہ پہلے تو روغن گل بہینس کے انڈے سے نکال پہر دوا جتنی ہے کل بہینس کے انڈے سے نکال۔ اے حکیم صاحب منطقی لفظ نزول کی دلالت حیات پر کیا آپ کے نزدیک دلالت مطابقی ہے یا تضمنی ہے یا التزامی بینوا توجروا۔

اور پہر اسپر یہ ہماری نسبت آپ فرماتے ہیں کہ کیوں کھینچ تان کر کے ایسے مفہوم کو منطوق کے مقابل قرار دیا جاتا ہے۔ ان ھذا لشیٔ عجاب۔ اور جو آپ فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ کا قول بمقابلہ صحیح حدیث کے حجت نہیں ہو سکتا اس سے بہی آپکی کمال خوش فہمی معلوم ہوئی ابن عباسؓ تو صحابہ کرام میں وہ لغوی ہیں کہ جنکی نسبت آنحضرت صلعم ارشاد فرماتے ہیں اللھم علمہ التاویل او کما قال صلعم اور حضرت ابن عباسؓ نے تو معنے متوفیک کے، ممیتک کے قرار دئیے ہیں جو موافق ہیں تمام محاورات قران مجید اور تمام محاورات احادیث اور تمام محاورات صحابہ اور تمام محاورات کتب لغات عرب کے۔ اگر آپ یہ فرمادیں کہ یہ قول ابن عباسؓ کا جو صحیح بخاری میں کسیقدر اوپر اسی حدیث نحن فیہ کے لکہا ہے۔ یہ تعلیقات بخاری سے ہے اسکی اسناد بخاری میں موجود نہیں تو لیجئے اس کی اسناد عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں حسب ذیل لکہی ہے ثم ان تعلیق ابن عباسؓ ھذا رواہ ابن ابی حاتم عن ابیہ حدثنا ابو صالح حدثنا معاویۃ عن علی ابن ابی طلحۃ عن ابن عباس الخ پہر یہ تعلیق بخاری جو تمام محاورات قرآنی وغیرہا کے مطابق ہے کیونکر قبول نہ کی جاوے اور معنے توفیتنی کے جو حضرت ابن عباسؓ اعلم بالقرآن نے فرمائے ہیں ان کو کیونکر تسلیم نہ کیا جاوے اور ہم پہر ایک فیصلہ کی بات کہتے ہیں کہ جیسے ہمنے معنے توفیتنی کے حضرت ابن عباسؓ کے قول سے جو اعلم بالقرآن ہیں صحیح بخاری سے جو اصح الصحاح ہے نقل کئے۔ اگر آپ کسی ایک صحابی سے بہی علے شرط البخاری اپنے معنے مزعوم کی ثابت کر دیویں تو ہم حضرت عیسےؑ کی حیات کو تسلیم کر لینگے باوجودیکہ وفات حضرت عیسےؑ کی ادلہ قاہرہ مذکورہ بالا سے ثابت ہو چکی ہے اور اگر آپ کہیں کہ ممیتک صیغہ اسم فاعل کا ہے جس میں زمانہ استقبال کا موجود ہے تو ہم اس کا کب انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ یا عیسےٰ انی متوفیک یہ اللہ تعالے کیطرف سے حضرت عیسےؑ کو اس وقت کا وعدہ ہے جبکہ آپ کے لئے سارے اسباب قتل صلیبی کے یہود کی طرف سے مہیا ہو چکے تہے اور آپ نے نہایت عاجزی سے کہا تہا فلما احس عیسیٰ منھم الکفر قال من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ الخ پس جبکہ متوفیک کے صیغہ فاعل میں معنے استقبال کے ہوئے تو اس معنے استقبال نے ہمکو کیا نقصان پہونچایا۔ کیونکہ فلما توفیتنی ایفاء وعدہ ہے۔ اور وعدہ سے ایفائے وعدہ تو زمانہ استقبال ہی میں ہوا کرتا ہے۔

فتم التقریب وثبت المطلوب والحمد للہ علے ذالک

راقم سید محمد احسن

اشتہار

ازطرف ڈاکٹر عباد اللہ و حافظ احمد اللہ و غیرہما احمدی مسلمان

ناظرین پر واضح ہو کہ حکیم صاحب وقت تحریر اپنے جواب کے ایسے مضطرب الحال تھے کہ تحریر عبارت اردو بھی صحیح طور پر نہ کر سکے اور اثنائے جلسہ میں اسقدر اشتعال اور غصہ اہل حق پر ظاہر کیا کہ ہم اہل حق اگر کسی مکان مخالفین میں ہوتے تو نہیں معلوم کہانتک نوبت پہونچتی بہرحال آخر جلسہ میں فرما گئے کہ ہم روز فردا وقت ۱۱ بجے دن کے آکر آپ کے جواب کو لیوینگے۔ کیونکہ اس سے قبل ہمکو فرصت نہیں ہوتی۔ جب تاریخ ۱۵ کو روز فردا تشریف لائے تو آتے ہی نمبر نشست کے جواب کو باواز بلند طلب فرمانے لگے ہم لوگوں نے عرض کیا کہ جواب تیار ہو گیا ہے صرف مقابلہ اور چند سطریں تحریر کرنی باقی ہیں اسوقت آپ اپنی تحریر کا متنے تحریر فرما دیں اس قدر زمان میں ہم مقابلہ وغیرہ سے فارغ ہو کر ابھی جواب پیش کئے دیتے ہیں۔ ہمارا یہ عرض کرنا تھا اور حکیم صاحب کا شور و غل کرنا۔ جن مقولات کو ہم نقل کرنا اس جگہہ پر مناسب نہیں سمجھتے۔ ہر چند عرض کیا گیا کہ جبکہ آپ کو دعوائے علمیت کا بھی ہے اور طلب حق کا بھی آپ نے ابتدائی جلسہ میں بڑے زور شور سے دعوے کیا ہے تو کیا دس پندرہ منٹ میں وہ آپ کی علمیت سلب ہو جاویگی یا دعوے حق طلبی کا جاتا رہیگا۔ مگر حکیم صاحب ہماری ان معروضات پر کب التفات کرتے تھے شور و غل مچا کر فرمانے لگے بس بس۔ اور میں بحث ہی نہیں کرونگا۔ اور تمام بازار میں منادی کرتا ہوں کہ مجھ کو مولوی محمد احسن نے وقت ۱۱ بجے جواب نہیں دیا۔ لہذا مجبور ہو کر اس نمبر کو مطبع میں بتاریخ ۱۶۔ نومبر ۱۹۰۰ء واسطے طبع کے روانہ کیا جاتا ہے *

اعلان

یہ خاکسار ۱۲۔ نومبر ۱۹۰۰ء سے حسب الطلب حافظ محمد یوسف صاحب کے امرتسر میں حاضر ہے۔ متعدد جلسوں میں حافظ محمد یوسف صاحب سے درباره مسائل متنازعہ فیہا کے کتاب و سنت سے گفتگو رہی۔ چنانچہ جب خاکسار بہ تقریب دعوت کے بر مکان حافظ صاحب موصوف حاضر ہوا تو بعد از فراغ طعام مولوی عبد القادر صاحب لکھو کے والے جنکو دعوی محدث اور مفسر ہونیکا بھی ہے خواہ حافظ صاحب کے طلبیدہ تشریف لائی تھے یا اس خاکسار کا حاضر ہونا سنکر امرتسر میں خود درونق افروز ہوئی تھے وہ بھی تشریف رکھتے تھے انہی ہی اثنا میں گفتگو ہوئی جو دوسری نمبر میں طبع ہوگی۔ اس جلسہ میں کوئی فیصلہ اخیر اسوجہہ ہی نہیں ہوا کہ مولویصاحب ممدوح نے یہ عذر فرمایا کہ میری سر میں درد ہو گیا ہے لہذا اب بخدمت علمائے اہل حدیث امرتسر گذارش ہے کہ اگر شرائط محررہ بالا کے بموجب جنکو ابو تراب محمد عبد الحق صاحب حکیم نے اپنے ہاتھ سے تحریر فرمایا ہے اور مجھکو بھی وہ مسلم ہیں تصفیہ کرنا چاہیں تو بذریعہ اشتہار کے مجکو اطلاع دیں۔ اشاعت اس نمبر سے پانچ روز تک میں یہاں حاضر رہ سکتا ہوں بعد گذرنے میعاد کے یہ نہ فرمادیں کہ وہ چلا گیا اور علم حدیث کی روسے بغیر تسلیم شرائط مذکورہ کے ہم ہرگز گفتگو نہ کرینگے

سید محمد احسن

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر

یوں ہی غفلت کے لحافوں میں پڑی سوتے ہیں
وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے

تنبیہ الغافلین وایقاظ النائمین

نمبر دو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد بخدمت ناظرین نمبر ہذا گذارش ہے کہ یہ خاکسار حسب الطلب حافظ محمد یوسف صاحب کے جو بذریعہ خطوط متواترہ حافظ صاحب ممدوح کے واسطے تصفیہ مسائل متنازعہ فیہا الان کے جو دربارہ مجدد الوقت مہدی معہود و مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے دنیا میں شایع ہو رہے ہیں امرتسر میں برمکان محبی و مشفقی جناب حبیب اللہ صاحب مختار کے نزیل ہوا۔ تو دو سہ مرتبہ میں خود برمکان حافظ صاحب ممدوح کے حاضر ہوا۔ اور وہ خود بھی دو سہ مرتبہ میرے پاس تشریف لائے۔ چونکہ حافظ صاحب ممدوح نے اپنے خطوط میں انتہا درجہ کا حسن ظن میرے ساتھ تحریر فرمایا تھا اور اب بھی بیان کیا اور مسائل متنازعہ فیہا کے تصفیہ میں میرے اوپر کل دارومدار رکھا لہذا میں نے حافظ صاحب ممدوح پر جو میرے قدیمی دوست ہیں کوئی بار اپنی زادراہ کا ان پر نہ ڈالا اور امرتسر حاضر ہو کر بہت کوشش اور سعی اس بارہ میں کی کہ مسائل متنازعہ فیہا میں تصفیہ ہو جاوے لیکن بحکم ماشاء اللہ کان وما لم یشا لم یکن کے حافظ صاحب کو ایسے موانع پیش آ گئے اور ان کو وہ توفیق الٰہی (جس سے مراد ہے کہ جعل الاسباب موافقۃ للمطلوب) حاصل نہ ہوئی۔ جس سے فیصلہ اخیر واقعہ ہو جاتا۔ قال اللہ تعالٰی انک لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشا منجملہ ان موانع کے ایک بڑا مانع یہ پیش آیا کہ حافظ صاحب کے بڑے بھائی جو ضلع مظفر نگر میں ہیں بیمار ہو گئے اور بیماری کے خط آ جانے پر انہوں نے مظفر نگر کے سفر کی تیاری فرما دی اور مظفر نگر چلے گئے۔ اور حسب بیان حافظ صاحب ممدوح کے علماء امرتسر کی طرف سے بھی ایسے عذرات بارد پیش ہوئے جو کسی منصف عاقل نے انکو قبول نہ کیا۔ چنانچہ اولاً یہ عذر پیش ہوا کہ جبکہ حضرت مرزا صاحب نے مہر شاہ کے مناظرہ سے لاہور کے جلسہ میں فرار اختیار کیا ہے تو ہم

اب ہم اسکا تعاقب کر کر کیا کرینگے ۔ جب اسپر ہمنے خود مہر شاہ صاحب کا فرار و انکار تفسیر نویسی سے کالشمس فی نصف النہار ثابت کر دیا (دیکھو ہمارا اشتہار نور الابصار) تب حافظ صاحب نے علماء امرتسر کیطرف سے یہ عذر پیش کیا کہ علماء امرتسر یہ کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کو بھی اس جلسہ میں بلاؤ جب ہم نے اس عذر بارد کا رفع یوں کیا کہ اگر حضرت اقدس مرزا صاحب یہ تحریر لکھہ بھیجیں کہ اس خاکسار کے مناظرہ اور مباحثہ کا جو کچھہ اثر واقعہ ہوگا اُس سے میں بالضرور متاثر ہونگا اور محمد احسن کا ساختہ پرداختہ اس مناظرہ میں مجھکو ایسا منظور ہے جیسا کہ میں خود جلسہ مناظرہ میں موجود ہوتا تو پھر آپ کیوں اصرار فرماتے ہیں کہ ایسے ادنے جلسہ میں حضرت اقدس کا حاضر ہونا ضروری ہے کیونکہ ایسے جلسات خود آنحضرت کیطرف سے بہت واقعہ ہو چکے ہیں ۔ اور اس بارہ میں متعدد کتابیں اور رسائل تصنیف فرما چکے ہیں ۔ جب حاضرین جلسہ یعنے مثل جناب حبیب اللہ صاحب مختار امرتسر وغیرہ نے بھی ہمارے اِن دونوں امروں کو پسند فرمایا اور حافظ صاحب نے بھی اقرار کیا کہ ہاں البتہ یہ بات تو ٹھیک ہے میں بالضرور کل علما سے اس کا بھی فیصلہ کرونگا ۔ اخیر جلسہ میں باقرار حافظ صاحب ممدوح یہی فیصلہ ہوا کہ حافظ صاحب بروز فردا اسکا جواب باصواب علما کیطرف سے ضرور لاوینگے اس فیصلہ اور اقرار کے بعد جلسہ برخاست ہوا لیکن حافظ صاحب دوسرے روز تشریف نہ لائے اور تیسرے روز مظفر نگر کو تشریف لیگئے ۔ چونکہ حافظ صاحب سے چند جلسوں میں جو گفتگو ہوئی ہے اسکی لیئے اپنے احباب درخواست کرتے ہیں کہ وہ سب گفتگو جو متعلق مسائل متنازعہ فیہا کے ہوئی ہے وہ سب اگر ضبط تحریر ہو کر شائع ہو تو نہایت مناسب ہوگا ۔ لہذا اس نمبر میں وہ تقریر ضبط کیجاتی ہے ۔ میں یہ دعوی تو نہیں کرتا کہ اس تقریر میں بعینہا وہی الفاظ ہیں جو میںنے بیان کئے ہیں ۔ مگر یہ ضرور دعوے کرتا ہوں کہ مطلب وہی ہے جو میںنے متعدد جلسات میں بیان کیا تھا ۔ کیونکہ میرے پاس کچھہ فونوگراف تو نہیں تھا جو وہی الفاظ ضبط کر لیتا ہاں یہ دعوے کرتا ہوں کہ مطلب الفاظ بالضرور وہی ہیں جو میںنے خواہ حافظ صاحب کے مکان پر بیان کیا ہے یا اپنی منزل فرودگاہ میں اُن سے مکالمہ کیا ہے ۔ وھا انا اشرع فی بیان المقصود لینتفع بہ الحاضرون والغائبون بعون اللہ المعبود ونستعین باللہ العزیز الودود

تقریر جلسہ منعقدہ بر مکان جناب حبیب اللہ صاحب مختار

حافظ صاحب نے اولاً آیت ماقتلوہ وما صلبوہ الآیہ کو پیش کیا ۔ ادہر سے جو تفسیر آیت بیان کی گئی وہ حسب ذیل ہے اے حافظ صاحب اللہ تعالے نے جو آیت وقولھم انا قتلنا المسیح عیسے بن مریم رسول اللہ کے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ وما قتلوہ وما صلبوہ اور اسی نفی قتل صلیبی کی تاکید میں متعدد جملے تا آخر آیات یعنے ویوم القیامہ یکون علیھم شہیدا تک جو بیان فرمائی اس کلام طویل کے لئے جب تک کوئی وجہہ وجیہہ نہو تو کلام الٰہی میں نعوذ باللہ ایک عبث لازم آتا ہے کیونکہ سباق آیت میں خود اللہ تعالے فرماتا ہے وقتلھم الانبیاء بغیر حق پہر اسکی کیا وجہہ ہے

کہ حضرت عیسےٰ ع کے قتل کی نفی تو اس شدومد سے فرمائی اور وقتلہم الانبیا بغیر حق پر کچھہ زور نہیں دیا
کہ ان کا قتل بہی محض ناحق تہا اور ناحق ہونیکے یہ وجوہ ہیں۔ پس آیت ما قتلوہ وما صلبوہ سے
اور نیز ماسبق سے بہی معلوم ہوا کہ حضرت عیسےٰ ع کے قتل میں مراد قتل صلیبی ہے جو بموجب توراۃ کے
اور نیز حسب عقائد اہل کتاب کے موجب لعنت ہے کہ مقتول بالصلیب کا رفع نہیں ہوسکتا اور مقتول بالصلیب
اُن کے نزدیک ملعون ہو جاتا ہے اور جبکہ کوئی شخص ملعون ہوگیا تو وہ رسول بہی نہیں ہوسکتا لہذا انہوں نے
استہزاً حضرت عیسےٰ ع کی نسبت اپنی کلام میں لفظ رسول اللہ کا بہی استعمال کیا کما قال تعالےٰ۔
وقولہم انا قتلنا المسیح عیسےٰ بن مریم رسول اللہ مطلب انکا لفظ رسول اللہ کے کہنے سے
یہہ تہا کہ اگر حضرت عیسےٰ ع رسول اللہ ہوتے تو صلیب سے مقتول نہوتے پس درصورت مقتول
بالصلیب ہونیکے وہ رسول اللہ نہ رہے اور جو رسولوں اور مرسلوں کو اللہ تعالےٰ کے یہاں سے رفع ہوتا ہے
وہ بہی اُن کو حاصل نہوا۔ ہاں اب سامع کو بعد سُننے ماقتلوہ وما صلبوہ کے یہ وہم پیدا ہوا کہ جبکہ حضرت
عیسےٰ ع باتفاق فریقین نصاریٰ اور یہود کے مقتول ہوگئے ہیں تو پہر ماقتلوہ وما صلبوہ اللہ تعالےٰ کے
کا فرمان کیونکر درست ہوا۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ ع کا صلیب پر چڑہایا جانا ایک ایسا
تاریخی واقعہ ہے جس سے اکثر اہل اسلام بہی انکار نہ کرسکے ہاں اہل اسلام نے بموجب اپنے خیالات
کے اس تاریخی واقعہ کی یہ تاویل کی کہ حضرت عیسےٰ ع تو صلیب پر مقتول نہیں ہوئے اُن کی جگہہ پر
حضرت عیسےٰ ع کی شبیہ کا نہ ہو مقتول ہوئی ہے اب اس کا فیصلہ کون کرے کہ جو شخص صلیب پر
چڑہایا گیا تہا وہ حضرت عیسےٰ ع کی شبیہہ تہی یا خود حضرت عیسےٰ ع ہی تہے چونکہ قرآن مجید
واسطے رفع اختلاف بین الیہود والنصاریٰ ونیز بنا بر رفع نزاعات واقعہ بین المسلمین الے یوم القیامہ کے
نازل ہوا ہے۔ لہذا اس اختلاف کو بہی کلام الٰہی نے خود ہی رفع فرمایا ولکن شبہ لہم ظاہر ہے کہ لکن
واسطے استدراک کے آتا ہے یعنے واسطے دفع کرنے اس وہم کے جو کلام سابق سے مخاطب کو پیدا ہوتا ہے
چنانچہ قاموس میں لکہا ہے ولکن ساکنۃ النون ضربان مخففۃ من الثقیلۃ وہی حرف ابتداء لا یعمل خلافاً
للاخفش ویونس خان ولیہا کلام فہی حرف ابتداء لمجرد افادۃ الاستدراک ولیست عاطفۃ (یہ عبارت قاموس
کی یعنے اسوقت میں نہیں پڑہی تہی صرف حوالہ کتب علوم الیہ کا دیا تہا) اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ کلام سابق
سے کیا وہم پیدا ہوا جس کو لاکن کے ساتھہ دفع کیا گیا۔ اب جو ہم کلام سابق پر غور کرتے ہیں تو کوئی اور وہم
پیدا ہی نہیں ہوتا بجز اس کے کہ حضرت عیسےٰ ع سولی سے بالضرور قتل کئے گئے تہے۔ کیونکہ یہود ونصاریٰ
ابتدا سے آجتک اسی امر پر متفق ہیں کہ حضرت عیسےٰ ع سولی پر قتل کئے گئے۔ لہذا اس وہم کے دفع کے
لئے اللہ سبحانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہاں یہ صلیبی واقعہ اُن کے لئے مشابہ قتل صلیبی کے کیا گیا یعنے حضرت
عیسےٰ ع صلیب پر چڑہائے گئے تہے۔ اور یہ صلیب پر چڑہایا جانا مشابہ قتل بالصلیب کے ہے اسی لئے
بحرف لکن فرمایا گیا۔ حاصل کلام الٰہی یہ ہے کہ لاکن حضرت عیسےٰ ع مشابہ یا مشبہ مقتول بالصلیب یہود کے لئے
کئے گئے۔ اور اگر کہا جاوے کہ چونکہ حضرت عیسےٰ ع کی شبیہہ سولی پر قتل کی گئی تہی لہذا یہ وہم پیدا ہوا

کہ خود حضرت عیسےٰ ع مقتول بالصلیب ہوئے ہوں اور اس وہم کو بجملہ ولکن شبہ لہم دفع کیا گیا
مگر اس صورت میں استدراک جو مقتضے حرف لکن کا ہے کب ٹہیک ہوتا ہے۔ کیونکہ لکن کے سابق میں کہاں
مذکور ہے کہ حضرت عیسےٰ ع کی شبیہ مقتول بالصلیب ہوئی ہے۔ جس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ خود حضرت
عیسےٰ ع مقتول بالصلیب ہوئے ہوں۔ پہر اندریںصورت لکن کے ساتہہ کونسا وہم ناشی عن الکلام السابق دفع
کیا گیا بلکہ منشاء وہم کو تو پہر لکن کے بعد ہی ذکر کیا گیا جس سے وہ وہم اور قوی ہو گیا۔ پہر اس صورت میں حرف
لکن جو دفع وہم ناشی عن الکلام السابق کے لئے آتا ہے محض حشو اور لغو ہوا جاتا ہے وتعالے کلامہ تعالے
عن ذالک علوا کبیرا۔ اور اس خیال کے مطابق عبارت یوں ہونی چاہیئے تہی ماقتلوہ وماصلبوہ ولکن
قتلوا وصلبوا شبیہ عیسےٰ فلہذ اشبہ لہم واین ہذا من ذاک ہاں جو معنے آیت
کے ہم کرتے ہیں اسمیں یہ سب امور یعنے استدراک اور پیدا ہونا وہم کا کلام سابق سے اور دفع کرنا اسکا حرف
لکن سے وغیرہ وغیرہ سب متحقق ہوئے جاتے ہیں اب پہر میں اسکی تشریح کرتا ہوں کہ جب ماقتلوہ وما
صلبوہ سے یہ وہم پیدا ہوا کہ حضرت عیسےٰ ع کا مقتول بالصلیب ہونا تو یہود ونصارے کا آجتک اتفاقی
مسئلہ ہے پہر کیونکر فرمایا جاتا ہے کہ ماقتلوہ وماصلبوہ تو اس وہم کا دفع فرمایا گیا کہ ولکن شبہ لہم
یعنے حضرت عیسےٰ ع صلبوہ کے مضمون سے مشبہ اور مشابہ کئے گئے یعنے صلیب پر چڑہائے گئے اور پہر جلد تر
زندہ اتار لئے گئے اور یہ امر بہی ثابت ہے اور بیبل میں بہی لکہا ہوا ہے کہ یوم السبت کی شروع لیل سے یہود
کے یہاں کوئی مجرم سولی پر لٹکا نہ رہتا تہا۔ کما اثبتنا فی رسائلنا۔ اور یہ واقعہ بہی آخر دن جمعہ کے ہوا تہا چنانچہ
ابن کثیر وغیرہ میں لکہا ہوا ہے وکان ذالک یوم الجمعۃ بعد العصر لیلۃ السبت لہذا جمعہ کی شام کو
حضرت عیسےٰ ع سولی سے اتار لئے گئے اور بسبب انواع انواع کی تکالیف اور مصائب اٹہانیکے بے ہوش
بہی ہو گئے تہے بناءً علیہ حضرت عیسےٰ ع بعد اترنے صلیب کے زندہ اتارے گئے۔ مگر بسبب بیہوشی
کے حقیقی مقتول بالصلیب کے مشابہ اُن کے لئے کئے گئے۔ ان معنوں میں علاوہ محاسن مذکورہ کے معنے
شبہ جو باب تفعیل سے ہے وہ بہی ٹہیک ہو گئے اور مرجع ضمیر شبہ کا بہی کلام سابق میں عیسےٰ ابن مریم
مذکور ہے اور شبہ بہ یعنے مضمون قتلوہ وصلبوہ یعنے قتل صلیبی حضرت عیسےٰ ع کا بہی مذکور ہے بخلاف
تفہیم خیالی ہمارے بہائیوں کے کہ مرجع ضمیر شبہ کا اسمیں کہیں پتہ اور نشان نہیں ملتا الحمد للہ کہ الفاظ قرآن مجید سے
ہی سب امور کا فیصلہ ہو گیا اور جو فرض منصب قرآن مجید کا رفع اختلافات واقعہ بین الیہود والنصارے بل بین المسلمین
تہا اس فرض منصبی اپنے کو قرآن مجید نے بحسن اسلوب ادا فرمایا اور اگر کہا جاوے کہ قرآن مجید تو ہم لوگوں
کے لئے نازل ہوا ہے نہ یہود اور نصارے کے لئے تو یہ ایک خیال غلط ہے کما قال اللہ تعالےٰ ان
ہذا القرآن یقص علےٰ بنی اسرائیل اکثر الذی ہم فیہ یختلفون وانہ لہدی ورحمۃ
للمومنین پ ۲۰ اب ولکن شبہ لہم کی تائید میں فرمایا جاتا ہے کہ ان الذین اختلفوا فیہ
لفی شک منہ ما لہم بہ من علم الا اتباع الظن حاصل مطلب یہ ہے کہ جو واقعہ مختلف فیہ ہو۔
اول تو وہ مشکوک ہو جاتا ہے ثانیاً جبکہ اس واقعہ کا علم یقینی نہو بلکہ صرف اتباع ظن ہی ہو اور اس واقعہ کو صرف

باتباع ظن مانا گیا ہو تو اُسکی نسبت قول یقینی اور محقق نہیں کیا جا سکتا اجتماع شکوک سے یقین اور علم کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ پس یہ قول یہود کا کہ انا قتلنا المسیح الایۃ ایسے امر شکوک مختلف فیہ غیر معلوم بالیقین پر کہنا عند العقل ہرگز درست نہیں ہے چہ جائیکہ اُسپر اور عقائد یقینیہ بطور نتایج کے متفرع کئے جاویں یعنے یہ کہ جب حضرت عیسےٰ ع مقتول بالصلیب ہوئے تو اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ وہ بالضرور ملعون ہو گئے اور نبی برحق نہ ہے ولغوذ باللہ منہ کیونکہ اُن کی نبوت تو دلائل قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہو چکی ہے کما ثبت فی محلہ۔ یا مسئلہ کفارہ نصاریٰ جو غلط در غلط ہے اس امر شکوک سے ثابت کیا جاوے کہ یہ سب تفریعات بنا ء فاسد علے الفاسد ہے۔ علے ہذا القیاس اہل اسلام کیواسطے بھی یہ آیات ہدایات بینہ ہیں۔ اس مسئلہ خیالیہ سے حفاظت کے لئے کیونکہ جبکہ آیات متمسک بہا مخالفین میں خود مفسرین کا اختلاف اسقدر واقعہ ہے کہ شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا کا مصداق ہو۔ اُسپر نزول مسیح بجسدہ العنصری اور وہ بھی من السماء کو کیونکر متفرع کرسکتے ہیں۔ یہ تو اٹکلوں سے کام لینا ہوا۔ جسکی نسبت جناب الہی ارشاد فرماتے ہیں قتل الخراصون الذین ھم فی غمرۃ ساھون یعنے اٹکل کے تکے چلانیوالے قتل کئے جاویں جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں۔ اب اُنہی قتل صلیبی کا پھر رد فرمایا کہ ماقتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ یعنے جب ہم ثابت کر آئے کہ یہود نے حضرت عیسےٰ ع کو یقیناً قتل صلیبی سے نہیں قتل کیا تو ثابت ہوا کہ حضرت عیسے ملعون ہی نہیں ہوئے بلکہ اللہ تعالے نے ان کا وہ رفع کیا ہے جو انبیاء کا رفع کیا کرتا ہے اور اگر آئیت بل رفعہ اللہ الیہ کے معنے وہ ہوویں جو مخالفین کا خیال ہے تو عبارت کلام الہی کی یوں ہونی چاہئے تہی کہ ماقتلوہ یقینا بل قتلوا شبیہہ ورفعہ اللہ الے السماء بجسدہ العنصری ورنہ فصاحت اور بلاغت قرآن کریم میں جو اعلے وجوہ اعجاز سے ہے خلل واقعہ ہوتا ہے کہ ایک مقتضائے کلمہ بل بھی اس کی عبارت میں موجود نہیں اور یہ امر کلام الہی کی شان عظیم سے بالکل بعید ہے کہ مقتضائے مقام یعنے تمیز ضروری کو چھوڑ کر مزید برآں ایسا کلام بولے جس کے معنے بحسب التبادر مخالف ہوں معنے مراد سے۔

تنبیہ۔ یہ تنبیہ اس جلسہ میں پوری مذکور نہیں ہوئی تہی۔ کیونکہ حافظ صاحب نے جلسہ برخاست کیا اور تشریف لے گئے چونکہ میں اس تنبیہ کو کامل طور پر بیان کرنا چاہتا تہا لہذا واسطے ناظرین کے مختصر طور پر لکھ دیتا ہوں۔ وھو ہذا

تنبیہ

اللہ تعالے آگے اسکے فرماتا ہے وکان اللہ عزیزا حکیما۔ اسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالے چونکہ عزت والا اور حکمت والا ہے لہذا یہ دونوں صفات اس کی مقتضی ہیں اس امر کی کہ حضرت عیسےٰ ع مرفوع الدرجات کو قتل صلیبی سے محفوظ رکہا جاوے اور نیز ایسی حکمت سے محفوظ کیا جاوے کہ آنحضرت صلعم کی حفاظت سے بڑہکر ہو کہ ایک کو تو آسمانپر مرفوع کیا جاوے اور دوسرے افضل المرسلین کو غار ثور میں جگہ دیجاوے اور تمام صعوبات سفر بھی ان کے لئے پیش ہوں تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ۔ اور جو قصہ موضوع اسکی تفسیر میں مفسرین بیان کرتے ہیں اسمیں انواع انواع کا اضطراب پایا جاتا ہے جو مختصراً یہاں ذکر کیا جاتا ہے ایک اضطراب تو یہ ہے کہ جبکہ حضرت عیسےٰ ع کو اللہ تعالے نے چہت کو پہاڑ کر آسمان پر چڑہا لیا تو پہر ایک حواری پر القاء

شبہ کی کیا ضرورت باقی رہی جو اُسکو سولی پر چڑہا کر قتل کروایا گیا کیا یہود آپکے نزدیک آسمان پر چڑہکر بہی حضرت عیسےٰ ع کو مقتول بالصلیب کرآتے جو واسطے دفع اس خیال یہود کے کہ حضرت عیسےٰ ع آسمان پر زندہ ہیں اس حواری کو قتل بالصلیب کرایا کہ حضرت عیسےٰ ع کا خیال حیات کا ہی یہود کو نہ رہے بلکہ یہ امر بہی ضروری تہا کہ نہ حضرت عیسےٰ ع مقتول ہوتے اور نہ آپ کے اصحاب اور یاروں میں سے کسی کو مقتول بالصلیب کرایا جاتا یہ کیسی مدد الٰہی پہونچی کہ ایک مومن مخلص متبع کامل جان نثار کو جس کا ایمان حضرت عیسےٰ ع پر بدرجہ کامل تہا اس کو مقتول بالصلیب کراکر ملعون کر دیا اور پہر اسپر اقتنا نا فرمایا گیا کہ مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین کیا ایسے قادر مطلق کو حامی اور ناصر اور خیر الماکرین کہا جاتا ہے کہ جو کسی کے ایسے دوست خالص کو جو اس کا متبع اور کامل الایمان جان نثار ہو سولی سے قتل ہی کرا دے اور بموجب حکم توارت کے اُسکو ملعون ہی کر دیا جاوے بلکہ اس قصہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود ہی خیر الماکرین تہے کہ اُنکی تدبیر حضرت عیسےٰ ع پر بلکہ قادر مطلق پر بہی غالب آگئی کیونکہ اگرچہ حضرت عیسےٰ ع خود مقتول بالصلیب نہ ہوئے لیکن اس سے کیا ہوتا ہے جبکہ اُن کا ایک محب مخلص اور متبع صادق کامل الایمان مقتول بالصلیب اور ملعون ہو گیا اور اس ذریعہ سے یہود کا مطلب یوں حاصل ہوا کہ ایک کامل الایمان متبع صادق حضرت عیسےٰ ع کو مقتول بالصلیب کراکر یہود نے ملعون کر دیا۔ آہ صد آہ ایسے نبی کے اتباع پر اور اُس کے اصحاب صادقین پر کہ اس نبی کا اتباع اُن کو کچھ نفع نہ دے اور ایک مخلص مقتول بالصلیب ہوکر ملعون ہو جاوے اور پہر یہ بہی فرمایا جاوے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ اور وعدہ ہی کے وقت میں ایک متبع کامل کو بلا قصور ملعون کر دیا جاوے یہ امر کیسا مخالف وعدہ الٰہیہ کے ہے ایدہر تو وعدہ فوقیت اور ادہر جہٹ پٹ قتل بالصلیب جو موجب ملعونیت ہے سے ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ سبحان اللہ صفت خیر الماکرینی کسطرح ظاہر کیگئی ہے کہ ایک متبع کامل الایمان محب صادق حضرت عیسےٰ ع کو یہود کے ہاتھ سے مقتول بالصلیب کرواکر ملعون کئے دیتا ہے۔ پہر فرمائیے کہ آپ کے اس خدا پر کوئی کیا بہروسہ کرے۔

ایحضرات! یا تو ایسے خدائے عاجز سے آپ دست بردار ہوں یا اس روایت تفسیری سے ہاتہ دہو دیں اور اُسکا نام نہ لیویں کہ یہ روایت اس قادر مطلق کی صفت خیر الماکرینی کو کہوئے دیتی ہے اور پہر اس تفسیری روایت کی جگہہ اللہ تعالےٰ نے تو اپنے کلام پاک میں یوں ارشاد فرمایا ہے جسکی نظم عبارت یہ ہے کہ فلما احس عیسےٰ منہم الکفر قال من انصاری الی اللہ اس آیت میں القاء شبہ کا کہیں نام و نشان نہیں ہے کیونکہ یوں نہیں فرمایا گیا کہ قال لاصحابہ ایکم یلقی علیہ شبہی اگر القاء شبہ کا قصہ صحیح ہوتا تو کونسا امر مانع تہا کہ بجائے من انصاری الی اللہ کے ایکم یلقی علیہ شبہی قرآن مجید میں مذکور فرمایا جاتا خصوصاً جبکہ یہ خیال و لحاظ بہی کیا جاوے کہ ایک شخص کی شبیہ کسی دوسرے پر القا کر دینا ایک معجزہ عظیم الشان ہے جس کا ذکر کرنا قرآن مجید میں ضروری البیان ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کے مقاصد میں سے اظہار قدرت معجزات

اور عجائبات بھی ایک مقصد عظیم الشان ہے۔ اسپر علاوہ یہ بھی کہ حواریوں کا جواب بھی اس قصہ کی نفی کرتا ہے اگر کاش حواری لوگ من انصاری الی اللہ کے جواب میں بجائے نحن انصار اللہ کے نحن مستعدون لالقاء شبہک علینا لئلا نقتل بالصلیب ونحن نقتل عوضک کہدیتے تو بھی اس قصہ کی کچھ اصل مفہوم ہوجاتی پھر کیا وجہ کہ اللہ تعالےٰ نے اس قصہ کو آغاز سے اخیر تک بیان فرمایا۔ اور وہ طرز بیان اختیار کیا جسمیں القاء شبہ کا کہیں پتہ اور نشان نہیں بلکہ نفی القاء شبہ کی مفہوماً پائی جاتی ہے کیونکہ فاکتبنا مع الشاھدین دلالت کرتا ہے کہ حواریئں میں سے کوئی حواری صادق مقتول بالصلیب نہیں ہوا۔ کیونکہ جیساکہ دعا حضرت عیسےٰ عہ کی قبول فرمائی گئی تھی کما قال اللہ تعالےٰ یا عیسےٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک من الذین کفروا ویسے ہی حواریوں کی دعا بھی قبول کیگئی ہے دیکھو وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ پس اگر حواریوں میں سے کوئی حواری صادق مقتول بالصلیب کیا جاتا تو وہ بھی بموجب حکم توریت کے ملعون قرار دیا جاتا۔ پھر دفتر شاہدین میں جنکا مقام یہاں پرنبی سے ماتحت اور کل امت سے فوق ہے کیونکر اُسکا نام درج ہوسکتا تھا۔ اگر پوری تفسیر اس آئت کی کسی کو دیکھنی مطلوب ہو تو وہ صاحب شمس بازغہ کو مطالعہ کریں اور تفسیر آیت وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ کی اس دوسرے جلسے میں کسیقدر مذکور ہوئی تھی جو حافظ محمد یوسف صاحب کے مکان پر بہ تقریب دعوت منعقد کیا گیا تھا اور مولوی عبد القادر صاحب لکھوکی والے جو از خاندان مولوی محمدؐ صاحب ہیں اور وہاں کے مدرسہ میں مدرس تفسیر قرآن وصحاح ستہ ہیں اور خواہ بطلب حافظ صاحب یا وہ خود اس خاکسار کا نزول امرتسر ہونا سنکر امرتسر میں تشریف لائے تھے اُن کے روبرو واسطے تصفیہ مسائل متنازعہ فیہا کے ٹھٹی لگی گئی تھی اور کیفیت جلسہ یہ ہے کہ بعد از فراغ طعام اس خاکسار نے مولویصاحب ممدوح سے اور نیز حافظ صاحب سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو کچھ قال اللہ اور قال الرسولؐ کا تذکرہ کیا جاوے جس سے یہ نزاع واقعہ بین المسلمین صاف ہوجاوے مولویصاحب نے تو اجازت دی اور حافظ صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب تو اسی واسطے تشریف رکھتے ہیں۔ مینے عرض کیا کہ اگر ایسے اصول اس فیصلہ کیواسطے محکم پکڑے جاویں جو خود اللہ تعالےٰ نے واسطے انفصال اس اختلاف کے جو حضرت عیسےٰ ع ابن مریمؑ کے بارہ میں جو آل عمران سے ہیں واقعہ ہی اپنی کلام پاک میں بیان فرمائے ہیں تو کیا خوب ہو۔ دونوں صاحبوں نے فرمایا یہ نہائت عمدہ بات ہے۔ اب آپ فرمائیے۔ مینے عرض کیا:۔
اللہ تعالےٰ سورہ آل عمران میں ارشاد فرماتا ہے کہ ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ھن ام الکتاب واُخر متشابھات اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ کتاب الٰہی میں آیات محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی ہیں معنے محکمات اور متشابہات میں مفسرین کا بڑا اختلاف ہے بہت اقوال لکھے ہیں۔ مگر اسوقت میں وہ قول بیان کرتا ہوں جو مختار اصولیین ومفسرین کا ہے اور اکثر اقوال مختلفہ کا رجوع بھی اُسی کی طرف ہوتا ہے۔ اب سنئے کہ محکم سے مراد وہ آئت یا کلمہ ہے جو بسبب تفسیر کرنے شواہد یا نظائر قرآنی کے

یاکسی اور قرائن قویہ اور دلایل بیّنہ کی وجہ سے متعین المعنی ہو۔ اور سوائے ایک معنے کے دوسرے معنے کا احتمال
ناشی عن الدلیل اس میں نہو اور متشابہ وہ ہے جو ذوالوجوہ ہو اور متعین المعنے نہو بلکہ بعد غور اور نظر کرنیکے
اس کے معنے وہ لیئے گئے ہوں جو موافق محکمات کے ہوں اور مخالف محکمات کے نہوں کیونکہ اللہ تعالے
نے جبکہ محکمات کو ام الکتاب فرمایا ہے تو انہیں سے یہی ہے کہ وہ اصل الاصول ہیں اور متشابہات اُن کی فرع
جن کا رجوع اصل کیطرف ہونا نہایت ضروری ہے ورنہ محکمات ام الکتاب نہ رہیں یہ امر تو اس آیت سے
مقرر ہوچکا کہ معنے متشابہات کو موافق محکمات کے لینا فرض اور واجب ہے۔ دیکھو ام کیسے ہی بد مزاج ہو مگر
اولاد کا رجوع ام ہی کیطرف ہوا کرتا ہے لاغیر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ متشابہات کے لانیکی ضرورت کتاب اللہ میں
کیا ہوئی جملہ مسائل کو بطور محکمات کے کیوں نہیں بیان فرمایا۔ تو جواب اسکا یہ ہے کہ جیسے انسان بغیر استعمال
قوائے ظاہری اور جوارح جسمانی کے مستحق اجر اور ثواب کا نہیں ہوتا۔ اسی طرح بعض مسائل ہیں بغیر صرف کرنے
قوائے علمیہ کے استحقاق ثواب کیونکر حاصل کرسکتا ہے دیکھو اگر کوئی اللہ تعالے کی مخلوق میں سے جو
مشاہد ہے مثلاً اسکی نسبت یوں کہے کہ میں آسمان پر ایمان لایا یا زمین پر ایمان لایا یا چاند پر ایمان لایا تو یہ
ایمان لانا اس کا موجب اجر و ثواب کا نہیں ہوسکتا کیونکہ اس ایمان میں قوائے علمیہ اور طاقت ہائے
عقلیہ کا استعمال بالکل نہیں ہوتا ہے۔ اسیواسطے اللہ تعالے نے مومنین کی صفات میں ارشاد فرمایا ہے
کہ یومنون بالغیب اور پھر یہ بات ہے کہ اگر جملہ مسائل بطور محکمات کے ہی بیان کئے جاتے تو جس قدر علوم
اللہ تعالے نے پیدا کئے ہیں وہ سب ضایع ہوجاتے اور پھر علما اور غیر علما میں فرق ہی کیا رہتا۔ حالانکہ
اللہ تعالے فرماتا ہے کہ یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات پس کیا
اچھا ہو۔ کہ اس اصل قرانی کے بموجب فیصلہ کیا جاوے۔ کیونکہ یہ آیت بھی سورہ آل عمران ہی میں ہے اور
آل عمران ہی میں نزاع واقعہ ہو رہا ہے۔ دونوں صاحبوں نے کہا کہ بہت خوب بات ہے میں نے عرض کیا
کہ کسی قدر بقیہ نظم آیت مجھکو اور بیان کرلینے دیجئے۔ میں نے آگے اس آیت سے پڑھا۔ کہ و

فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ و
ما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ کل من عند ربنا وما
یذکر الا اولوا الالباب اس آیت سے ثابت ہے کہ اتباع متشابہ واسطے ابتغاء فتنہ کے موجب زیغ ہے
اور ابتغاء فتنہ اسی صورت میں ہے کہ جب تاویل متشابہ کی مخالف محکمات کے کیجاوے اور اپنے خیالی عقاید
کے موافق معنے متشابہ کے لئے جاویں۔ پس جو لوگ ایسا عملدرآمد کرتے ہیں انکا نام اللہ تعالے نے
فی قلوبھم زیغ رکھا ہے یعنے اُن کے دلوں کے درمیان کجی ہے۔ دوسرا گروہ راسخون فی العلم کا ہے
یہ گروہ وہی ہوسکتا ہے جو معنے متشابہ کو موافق محکمات کے لیتا ہو۔ میں بالفعل اسمیں گفتگو نہیں کرتا۔
کہ آیا الا اللہ پر وقف لازم ہے یا نہیں ہے۔ مگر اسقدر کہتا ہوں کہ اگر علم معنے متشابہات کہیں کسی کو نہ دیا جاتا
تو وہ راسخ فی العلم کیونکر ہوسکتا اور اولے الالباب بھی نہ ہوتا اس سے مفہوم ہوا کہ تاویل متشابہ موافق
محکم کا علم مقربین بشر کو بھی دیا جاتا ہے جس کے سبب سے وہ گروہ راسخون فی العلم اور اولے الالباب

کہلائے جاتے ہیں اور انکا ایمان محکمات اور متشابہات دونوں پر ہوتا ہے۔ کیونکہ دونوں اللہ تعالے کیطرف سے ہیں ماحصل آیات کا یہ ہوا کہ جو لوگ متشابہات کے معنے خلاف محکمات لیتے ہیں اور اسی کا اتباع کرتے ہیں وہ تو مصداق الذین فی قلوبھم زیغ کے ہیں اور جو گروہ معنے متشابہات کے موافق محکمات کے لیتے ہیں اور ایسے ہی معنوں کو یاد کرتے ہیں اور اُس سے نصیحت پکڑتے ہیں وہ راسخون فے العلم بھی ہیں اور اولوالالباب بھی ہیں۔ اور چونکہ انسان کا دل مقلب القلوب کے اختیار میں ہے اور کبھی اس اصل قرآنی سے متجاوز بھی ہو جاتا ہے لہذا یہ دعا تعلیم فرمائی گئی کہ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب ۔ حاصل نظم قرانی یہی ہے کہ اے پروردگار جبکہ تو نے ایسے معنے متشابہ کیطرف ہمکو ہدایت کردی ہے جو موافق محکمات کے ہو تو اب بعد اس ہدایت کے ہمارے دلوں کو کج مت کیجئے اور ہمکو الذین فی قلوبھم زیغ میں داخل نہ فرمائیے اور یہ رحمت ہدایت کی اپنے نزدیک سے عطا فرما۔ کیونکہ توڑا دینے والا رحمتوں کا ہے۔ اب میں گذارش کرتا ہوں کہ آپکو اِن مسائل متنازعہ فیہا میں بموجب اس اصل قرآنی کے فیصلہ کرنا منظور ہے یا نہیں۔؟ دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ بالضرور ہمکو یہ اصل قرآنی منظور ہے اسی اصل کے بموجب فیصلہ ہو۔ حافظ صاحب نے یہ بھی کہا کہ ہمارے علماء کہتے ہیں کہ مرزا صاحب متشابہات میں غرق ہو گئے ہیں۔ تب مینے عرض کیا کہ حضرت اقدس نے جو مسائل اپنے رسائل میں شائع فرمائے ہیں اُن میں جس مسئلہ کو آپ چاہیں پیش فرماویں۔ تاکہ معلوم ہو جاوے کہ ہم متشابہات میں غرق ہو گئے یا ہمارے بھائی اپنے خیالات کے موافق معنے متشابہات کی پیروی کرتے ہیں اب تو فیصلہ بہت قریب آگیا ہے اسپر مولویصاحب نے حیات و وفات کا مسئلہ پیش کیا اور اسکے استدلال میں آیت وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ کو پڑھا مینے عرض کیا کہ اے مولویصاحب اس آیت میں تو حیات کا کہیں پتہ اور نشان بھی نہیں ہے اگر ذکر ہے تو موت کا ہی ہے۔ اور پھر اس آیت میں نزول کا ذکر کہاں ہے۔ آپ کے خیال کے بموجب تو یہ آیت یوں ہونی چاہیئے تھی اذا نزل عیسے ابن مریم ففی ذالک الوقت ان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ ۔ اور پھر یہ گذارش ہے کہ یہ حصر مندرجہ آیت کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ تمام اہل کتاب حضرت عیسےٰ پر ایمان لے آوینگے۔ کیونکہ ان آیات کے پہلے اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے بل طبع اللہ علیھا بکفرھم فلا یومنون الا قلیلا یہ دونوں آیتیں باہم متناقض ہوئی جاتی ہیں اور پھر متعدد جگہہ ایسا مضمون بطور منصوص کے فرمایا گیا ہے کیونکہ مکذبین اور منکرین دین اسلام بھی ہمیشہ موجود رہینگے کما قال اللہ تعالے ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذالک خلقھم ایضا۔ قال تعالے ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ھداھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین ایضا قال تعالے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ وغیر ذالک من الآیات پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ زمانہ مسیح موعود میں کوئی فرد بشر ایسا باقی نہ رہے جو ایمان نہ لاوے

علاوہ یہ ہے کہ اس کے کیا معنے کہ مسیح کے نزول کے بعد تمام اہل کتاب یہود ہوں یا نصاریٰ مسیح موعود پر ایمان لے آوینگے مسیح تو باتفاق فریقین امت محمدیہ میں سے تابع اسلام ہوگا اصل ایمان تو حضرت خاتم النبیین صلعم پر لانا چاہیے ایک امتی پر ایمان لانے کے کیا معنے وہ امتی تو خود دعوت ایمان لانیکی اوپر آنحضرت صلعم کے کریگا اور اُسکا تو یہی کام ہوگا کہ تمام اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کو دعوت کرے کہ خاتم النبیین صلعم پر ایمان لاویں اور وہ حضرت غلام احمد ہی ہوگا لاغیر۔ یاد فرمائیے آیت میثاق کو واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین پھر اس آپ کے معنے خیالی کے بموجب تو قضیہ بالعکس ہوا جاتا ہے کہ مقصود اصلی تو یہ ہے کہ تمام مخالفین اسلام بلکہ انبیا تک آنحضرت صلعم پر ایمان لاویں اور در صورت پالینے زمانہ خاتم النبیین صلعم کے انکی نصرت کریں وغیرہ وغیرہ اور خود آنحضرت صلعم ارشاد فرماویں کہ لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی معہذا مسیح موعود کے زمانہ میں عکس القضیہ ہو جاوے کہ تمام مخالفین اسلام مسیح موعود پر ایمان لاویں ہذا خلف۔ اور علاوہ پر علاوہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آگے اس کے ارشاد فرماتا ہے ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا اس امت کے شہید حضرت عیسیٰ ع کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا یہ آپ کے خیالات تو مقتضے اس امر کے ہیں کہ مسیح موعود آن کر ختم نبوت کی مُہر کو توڑ ڈالیگا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین اور خود آنحضرت صلعم حدیث میں فرماتے ہیں کہ لا نبی بعدی۔ الحاصل جو معنے آیت مانحن فیہا کے آپ لیتے ہیں انہیں اسقدر مفاسد شرعی لازم آتے ہیں کہ جنکی تحریر اس نمبر دوم میں گنجائش نہیں رکھتی۔ اور اس آیت کو نزول مسیح سے تو کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ ہاں حضرت ابوہریرہ رضہ نے جو اس آیت کو بعد بیان کرنے یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر کے فرمایا ہے انکا یہ مطلب نہیں ہے کہ اذا نزل مسیح بن مریم ففی ذالک الوقت ان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ بھلا فرمائیے تو کہ ایک صحابی اہل لسان اس آیت سے یہ معنے کیونکر سمجھ سکتے تھے جنمیں اسقدر تحریف لازم آتی ہے اور بغیر ضرورت اور بغیر قرائن کے اسقدر جملے محذوف مانے جاتے ہیں۔ اصل مطلب اُن کا یہ ہے کہ مضمون ماقبل آیت کا یعنے قتل صلیبی مسیح ع بن مریم کا جو بسبب وقوع اختلاف اور مشکوک ہونے اس واقعہ کے صرف اتباع ظن ہے اور خود مسیح ع بن مریم کے زمانہ کے اہل کتاب شک میں پڑے ہوئے تھے کہ قتل صلیبی ابن مریم کا واقعہ ہوا یا نہیں اور اس واقعہ صلیبی کا ان کو یقین حاصل نہیں پس جبکہ مضمون قتل صلیبی ابن مریم کا مردود ہوگیا تو بالضرور اس سے کسر صلیب واقعہ ہوا۔ لیکن چونکہ مضمون کسر صلیب بموجب حدیث مرویہ ابوہریرہ کے مسیح موعود کے نزول کے زمانہ میں بہائت واضح طور پر واقع ہوگا تو اس کسر صلیب کی شہادت کیلئے حضرت ابوہریرہ نے اس آیت کو استشہادا پڑھا اور فرمایا فاقرءوا ان شئتم وان من

اهل الکتاب الالیومنن بہ قبل موتہ حاصل حضرت ابوهریرہ رض کے استشہاد کا یہ ہوا کہ چونکہ تمام اہل
کتاب ابن مریم کی موت سے پہلے ہی اس مضمون پر ایمان ویقین رکھتے ہیں کہ قتل صلیبی حضرت عیسےٰ ابن
مریم یقیناً نہیں ہوا اور اس ایمان اور ایقان سے کسر صلیب مترتب ہوتا ہے لہذا اے مخاطبین اگر تم
چاہو تو اس آئت کو پڑھو کہ اس آیت کو مسیح موعود کے نزول سے یہ تعلق ہے کہ کسر صلیب
اس کے زمانہ میں نہائت واضح طور پر واقعہ ہوگا۔ پس ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ حدیث مرویہ ابوهریرہؓ
کے بعد اس آیت کا پڑہنا اس بات کا قرینہ نہیں ہے کہ مضمون عام آئت کو جو اِنْ اور اِلّا کے ساتھ بیان کیا گیا
ہے اسکو مقید بقید فی وقت نزول المسیح الموعود فی آخر الزمان کیا جاوے۔ ہاں اسقدر ہم قائل ہیں کہ اس آیت
کو زمانہ مسیح موعود کے ساتھ بہ نسبت دیگر ازمنہ کے مناسبت زیادہ تر ہے۔ جس کی وجہ سے حضرت
ابوهریرہ رض نے فرمایا کہ فاقرأوا ان شئتم وان من اهل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ
اور صحابہ کرام رض کی عادت تہی بلکہ خود آنحضرت صلعم کی بہی اکثر یہی عادت تہی کہ جس کسی مسئلہ کو یا کسی
حدیث کو کسی آئت سے مناسبت ہوتی تہی بعد بیان کرنے اس مسئلہ کے یا بعد روائت کرنے اس حدیث
کے اس آئت کو ہی صرف واسطے اظہار مناسبت کے پڑہ دیا کرتے تہے پس حضرت ابوهریرہ نے بہی
واسطے مناسبت اس کسر صلیب کے جو حدیث مرویہ ابوهریرہؓ میں مندرج ہے اس آیت کو پڑہا۔ یہ
مراد ہرگز نہیں ہوسکتی کہ مضمون عام آئت کا صرف اس حدیث خاص کے ساتھ مقید ہے بلکہ وہ آیت اپنی عموم
پر باقی ہے۔ اور یہ بات جدی ہے کہ آیت کو زمانہ مسیح موعود سے زیادہ تر مناسبت ہے۔ کہ
اسکے وقت میں کسر صلیب نہائت واضح طور پر واقع ہوگا۔ چنانچہ پیشین گوئی واقع ہی ہورہی ہے اور ہوگی۔
العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب قضیہ مسلمہ ہے۔
جب میں اس بیان تک پہونچا تو حافظ محمد یوسف صاحب نے مولوی صاحب سے عرض کیا کہ کہو
مولوی صاحب آپ اسبارہ میں کیا فرماتے ہیں مولوی صاحب نے کسیقدر سکوت فرمایا اور پہر دوبارہ
مولوی صاحب سے حافظ صاحب نے اسی کلام کو اعادہ فرمایا تب مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میرے
سر میں درد ہوگیا ہے اسپر حافظ صاحب نے عرض کیا کہ اچہا کسی دوسرے جلسہ میں اسکا تصفیہ کیا
جاوے مولوی صاحب نے اسکا کچہہ جواب نہ دیا اسپر مینے مولوی صاحب کو قابل رحم تصور کرکر عرض کیا
کہ اے حافظ صاحب آپ مولوی صاحب کو کیوں دق کرتے ہیں مولوی صاحب کے سر میں درد ہے
بعد صحت سوچ سمجہکر آپ کو اسکا جواب دینگے۔ اس کلام پر جلسہ برخاست ہوا۔ اور میں اپنی فرودگاہ پر
آگیا۔ اور حافظ صاحب بطور مشایعت کے مجہکو پہونچا گئے۔
اس تاریخ میں ایک شخص فوٹوگرافر میرے پاس آیا اور اس نے درخواست کی کہ کوئی مضمون جس عنائت
ہو کہ فوٹوگراف میں لے لیا جاوے۔ چونکہ ہمارے مخالفین کے دلو میں جوابات معقول غیر معقول آجاتی ہو
اس کے بولنے میں کچہہ دریغ نہیں کرتے اور یوم الحشر کا خیال نہیں رکہتے کہ ہر ایک قول کا جواب لیا جاویگا
لہذا مینے اسوقت مناسب سمجہا کہ آئت یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید پر کچہہ مضمون مختصر سا دیا جاوے

شائد موجب تذکر ہمارے مخالفین کا ہو۔ وھو ھذا

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ مایلفظ من قول الالدیہ رقیب عتید۔

ترجمہ انسان کوئی قول نہیں بولتا مگر کہ اُس کے پاس کوئی فرشتہ محافظ تیار رہتا ہے یعنے اس کے قول کو محفوظ کرلیتا ہے۔ اس آئت پر پہلے فلاسفر اعتراض کرتے تھے کہ قول انسانی ثابت رہنے والا نہیں ہے بلکہ غیر قار ہے اور تلفظ کئے آناً فاناً فنا اور معدوم ہوتا چلا جاتا ہے۔ پس ایسے معدوم کا ثبات خصوصاً قیامت تک خلاف عقل ہے تو قیامت میں اقوال انسانی کا حساب وکتاب کیونکر ہوسکتا ہے؟ جواب یہ اعتراض غلط مجہ فونوگراف نے رد کردیا اور اس مسئلہ قرآنی اور نامہ اعمال کراماً کاتبین کو بہی ثابت کردیا۔ دیکھو میں ناتوان انسان کا مصنوع ہوں معہذا اقوال انسانی کو محفوظ کرلیتا ہوں تو کیا قادر مطلق کو یہ قدرت نہیں ہوسکتی جو اقوال انسانی کو واسطے حساب وکتاب کے قیامت تک محفوظ رکہے۔ پس اقوال انسانی کا مقولہ قار ہونا مجہ فونوگراف نے ثابت کردیا۔

المجیب سید محمد احسن امروہوی ۱۶۔ نومبر ۱۹۰۰ء

واضح ہو کہ اس جلسہ میں چند طلبا مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی کے ہی موجود تہے۔

پہر آج کی تاریخ ۲۱۔ نومبر ۱۹۰۰ء حافظ محمد یوسف کا کارڈ آیا ہوا ہے کہ چند روز یہاں رہکر جلدی انشاءاللہ تعالے امرتسر پہونچوں گا اور ہماری سب جماعت کو خود اُنکی طرف سے اور نیز حافظ محمد یعقوب صاحب کی طرف سے سلام لکہا ہوا ہے۔ لہذا مجکو اللہ تعالے کی صفات رحمانیت اور رحیمیت سے امید پڑتی ہے کہ شائد حافظ صاحب صراط مستقیم ان مسائل میں اختیار فرماویں و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

کتبہ سید محمد احسن نزیل امرتسر ۲۱۔ نومبر ۱۹۰۰ء

نقل خط بسم اللہ الرحمن الرحیم حکیم غلام رسول صاحب ضا امرتسری

نحمدہ ونصلی

بخدمت میاں محمد احسن صاحب امروہی۔ السلام علی من اتبع الہدیٰ۔ واضح ہو کہ مینے سنا ہے کہ آپ چند یوم سے امرتسر میں آئے ہوئے ہیں۔ اور یہ بہی سنا ہے کہ آپ مسیحی منادبنکر آئے ہیں۔ یعنے مسیح قادیانی کے مشن کی ترویج آپکا مقصد اصلی ہے۔ چونکہ آپکے پیر و مرشد کا مسیح و مہدی وغیرہ وغیرہ ہونا تو درکنار اسکا مسلمان ہونا ہی میرے نزدیک مشکوک ہے اس لئے ضروری ہے کہ آپ مجہ سے اس بارہ میں تصفیہ کرلیویں۔ بمقابلہ دیگر مسائل کے اس امر کا تصفیہ حد سے زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ خلق خدا کو ظاہری مسلمان ہونا آپ صاحبوں کا سخت دہوکا دے رہا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ جب سے آپ نے کٹرہ حکیماں میں برمکان اسداللہ ملک صاحب گفتگو کی تہی۔ حاضرین مجلس کو معلوم ہے کہ اس روز آپ سے بجز سکوت کے کچہہ نہ بن سکا۔ آپ کے دعاوی جو میرے نزدیک مجنونی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکہتے۔ تاہم آپ کو

دوبارہ موقع دیا جاتا ہے کہ آپ پرانا قرضہ بھی ادا کرینگے۔ نیز اپنی جماعت کو مسلمان بھی ثابت کر دکھلاوینگے
مگر بڑی شرط یہ ہے چو تنگ آمد بجنگ آمد پر عمل فرمائینگے۔
آپ کے جواب آنے پر مکان وغیرہ کا فیصلہ جانبین کی رضامندی سے قرار پائیگا۔

الراجی الے ترقی اوج القبول
المعروف بڈاکٹر حکیم غلام رسول

جواب از طرف محمد احسن امروہوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بخدمت ڈاکٹر غلام رسول صاحب بعد وعلیکم السلام گذارش ہے کہ اول جلسہ جسکا ذکر آپنے اس خط میں
بیان فرمایا ہے مجھکو یاد نہیں ہے بہر حال اگر اسوقت میں آپکی سب وشتم کا مجھ سے کوئی جواب نہیں ہوسکا تو اسوقت
میں بھی مجھ سے آپکی ان گالیوں کا جواب کہ (آپکے دعاوی جو میرے نزدیک مجنونی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی)
اور (نیز اپنی جماعت کو مسلمان بھی ثابت کر دکھلادیں گے) وغیرہ وغیرہ کے جواب میں بجز سکوت کے اور کیا ہو
سکتا ہے۔ اے ڈاکٹر صاحب آپ کو معلوم ہوگا کہ مجنون شریعت اسلام میں مرفوع القلم ہوتا ہے وہ تو
احکام شرعیہ کا مخاطب ہی نہیں ہوتا پھر کس سبب سے ہمکو آپ مکلف احکام قرار دیتے ہیں اور جبکہ ہم آپ کے
نزدیک مسلمان ہی نہیں ہیں تو پھر تصفیہ کس امر کا آپ ہم سے کرینگے۔ [illegible] جبکہ آپنے اول [illegible]
میں ہمکو خطاب مجنون اور کافر کا عنایت فرمایا تو ہنوز دلی دور ہے وقت تصفیہ کے نہیں معلوم کیا کیا خطاب
مرحمت ہونگے۔ الحضرت ایک ذرہ بھر بھی قرآن مجید کی نہی مندرجہ ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام
لست مومنا پر التفات فرمایا ہوتا۔ اور حدیث صحیح من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا
فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ و ذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ پر غور کیا ہوتا جبکہ آپکا عمل
لتتبعن سنن من قبلکم الحدیث اول ہی سے ایسا ہی تو فرمائیے کہ تصفیہ کیونکر ہو سکتا ہے والسلام
خیر ختام مورخہ ۱۲۔ نومبر سنہ ۱۹۰۹ء

محمد احسن

نقل خط غلام احمد صاحب رضا امرتسری

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حامداً و مصلیاً

بخدمت میاں محمد احسن صاحب۔ بعد ما وجب کے واضح ہو کہ میرے ذی علم احباب میں سے بعض نے آپکو بغرض مباحثہ دعوت دی مگر آپنے
خاموشی اختیار کی ہر چند کہ ظاہری غرض آپکی امرتسر آنیکی مرزائی جماعت کے بیان کے مطابق صرف یہی ہے کہ آپ اہل اسلام سے مباحثہ کریں۔
آپکی خاموشی ثابت کرتی ہے کہ آپ برائے نام آئے ہیں۔
دعوے ہے کہ مرزائی قادیانی ان تیس آدمیوں میں سے ہے جنکی بابت حضرت رسولکریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی [illegible]
تیار ہوں یا تو آپ مجھکو اجازت دیں کہ میں آپکی مجلس میں حاضر ہو کر اپنے دعوے کو بالتفصیل بیان کروں۔ یا آپ اس مجلس میں

بخدمت حضرت غلام احمد صاحب بعد السلام علیکم گذارش ہے کہ امرتسر کے کسی ایک ذی علم نے بھی واسطے تصفیہ مسائل متنازعہ فیہا کے مجھ سے درخواست نہیں کی باوجودیکہ یہ خاکسار مسافت بعیدہ سے بتاریخ ۱۲ - نومبر حسب الطلب حافظ محمد یوسف صاحب کے یہاں آیا ہوا ہے اور حافظ صاحب موصوف نے بھی علماء کی خدمت میں چند مرتبہ حاضر ہو کر کوشش کی اور یہ درخواست معلومہ پیش کی مگر کوئی ذی علم آمادہ اور مستعد نہوا۔ ہاں صرف ایک مولویصاحب [illegible] لکھوکے والے انہی کے مکان پر مقابل ہوئے تھے سو آخر جلسہ انکی دستر درہم ہو گیا اور فیصلہ اخیر نہ ہونے پایا اور پھر حافظ صاحب نے مولوی صاحب ممدوح سے یہ بھی درخواست کی کہ کوئی دوسرا جلسہ منعقد کیا جاوے مگر انہوں نے ایسا سکوت اختیار کیا کہ لا و نعم تک کا بھی جواب نہ دیا بہر حال اگر آپکو حضرت اقدس مرزا صاحب کا متبع ہونیکی ہونا انکی نسبت مخبر صادق رسول کریم نے خبر دی ہے تیقن ہے تو اسکا فیصلہ آسان یونہی ہو سکتا ہے کہ جو حضرت اقدس نے نمبر دوم اربعین میں واسطے تحقیق اور تمیز بین الصادق والکاذب کے اشتہار دیا ہے اور ضمیمہ میں اسکی میعاد بھی ۲۵ - دسمبر تک لکھی ہے آپ ضرور بالضرور اس میعاد کے اندر [illegible] دیں اور حسب الطلب مندرجہ اسکی کے علماء امرتسر وغیرہ سے جلسہ مندرجہ نمبر مذکور کو قائم کرا دیں حضرت اقدس مرزا صاحب آمادہ و مستعد ہیں اور اب کوئی [illegible] نمبر دوم اربعین میں درج رہا ہے بحث مباحثہ سے نہیں ہو سکتا کیونکہ آپنے تو جانب بجز سب وشتم کے کوئی طریق تحقیق حق کا اختیار ہی نہیں فرمایا۔ لہذا میں مجبور ہوں کہ آپ کو اپنا مخاطب صحیح نہیں سمجھتا اور تینوں شقوں مندرجہ آپ کے عنایت نامہ میں سے میں کوئی شق اختیار نہیں کر سکتا ہوں اور علاوہ یہ کہ یوماً فیوماً اور وقتاً فوقتاً خود بخود حق ایسا واضح ہوتا چلا جاتا ہے جیسا کہ صبح کاذب کے بعد صبح صادق ہو کر آفتاب نصف النہار تک نوبت پہونچ جاتی ہے لہذا ہمکو بحث مباحثہ میں گالیاں کھانیکی ضرورت نہیں اور ہار جیت کی کچھ پرواہی نہیں ہے اور آپکا زور شور جو اسوقت برپا ہو رہا ہے اسکی بھی ہمکو کچھ پرواہ نہیں ہے اعتبار پست فطرت یک دو ساعت بیش نیست۔ گرد آخر نشیں در دیکہ شد بالا نشیں۔ قال اللہ تعالی انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرہا فاحتمل السیل زبدا رابیا ومما یوقدون علیہ فی النار ابتغاء حلیۃ او متاع زبد مثلہ کذالک یضرب اللہ الحق والباطل فاما الزبد فیذہب جفاء واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کذالک یضرب اللہ الامثال ۱۳/۸

اور آپ نے جو مجھکو طرح طرح کے خطابات سے اپنی دیگر تحریرات مثل اشتہار مورخہ ۲۰ - ستمبر ۱۹۰۰ء وغیرہ میں معزز فرمایا ہے یعنی کہیں آپ نے مجھکو ثانی الشیطان قرار دیا ہے اور کسی جگہ دہیقہ فرمایا ہے اور کہیں پر بجائے محمد احسن کے مسا امروہی لکھا ہے اس کا میں شکریہ اسواسطے ادا کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالی یوم القیامۃ کو کچھ آپ کی حسنات سے مجھکو کچھ حصہ ملیگا۔ اور میرا تو یہ شیوہ ہے۔ کہ سے نظامی بے نظام ار کافرم خواند۔ مسلمان گوئمش اندر مکافات۔ قال النبی صلعم فی حدیث طویل ان دماءکم واموالکم واعراضکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ہذا فی بلدکم ہذا او کما قال صلعم وقال تعالی حکایۃ من ابن آدم لئن بسطت الی یدک لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیک لاقتلک۔ انی اخاف اللہ رب العالمین

علماء امرتسر پر اب میں اتمام حجت کر چکا اور بعض عوام کے کاغذہائے بازی جو میری فرودگاہ پر گرتے ہیں انکی سب وشتم کا کچھ جواب دینا تضییع اوقات سمجھتا ہوں

محمد احسن امروہوی - ۲۳ - نومبر ۱۹۰۰ء

در مطبع ریاض ہند پریس امرتسر